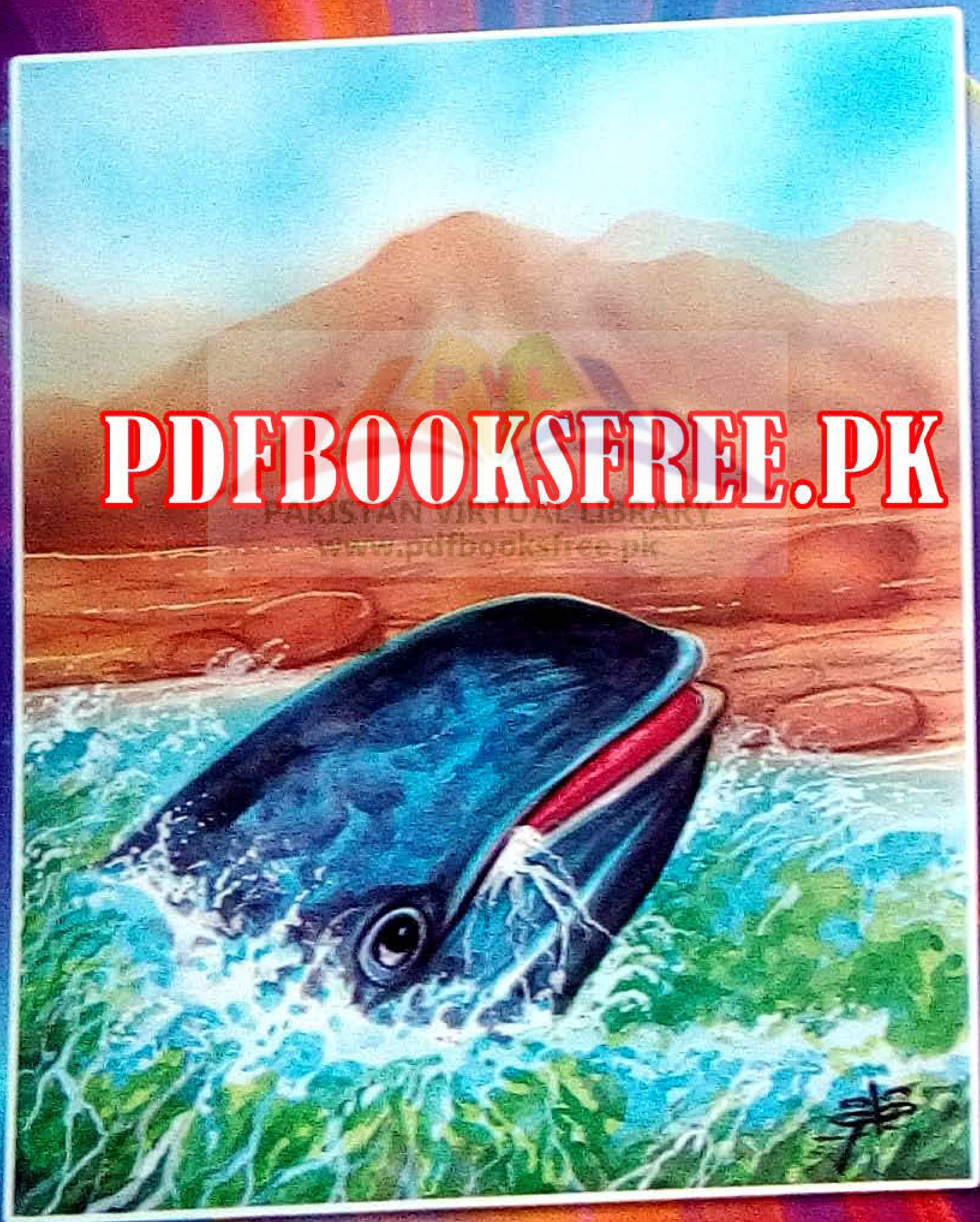
حضرت یونس علیہ السلام



اسلم راہی ایم اے

حضرت یونس علیہ السلام

اسلم راہی ایم۔اے

نام کتاب ——— حضرت یونس علیہ السلام
تحریر ——— اسلم راہی ایم اے
ناشر ——— شمع بک ایجنسی
پرنٹر ——— برکت اینڈ سنز
سن اشاعت ———
قیمت ——— -/40 روپے

شمع بک ایجنسی نوید اسکوائر اردو بازار کراچی
Ph:32773302

☆ وہی تو ہے جو تم کو جنگل اور دریا میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور کشتیاں پاکیزہ ہوا کے نرم نرم جھونکوں سے سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور وہ ان سے خوش ہوتے ہیں تو ناگہاں زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے اور لہریں ہر طرف سے ان پر جوش مارتی ہوئی آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اب تو لہروں میں گھر گئے۔ تو اس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت کر کے اس سے دعا مانگنے لگتے ہیں کہ اللہ اگر تو ہم کو اس سے نجات بخشے تو ہم تیرے بہت ہی شکر گزار ہوں۔ (سورۃ یونس 10 آیت 22)

قرآن مجید میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر چھ سورتوں میں کیا گیا ہے۔ ایک سورۃ نساء، دوسری سورۃ انعام، تیسری سورۃ یونس، چوتھی سورۃ صافات، پانچویں سورۃ انبیاء اور چھٹی سورۃ القلم ان میں سے چار پہلی سورتوں میں نام مذکور ہے اور دو آخری سورتوں میں الزنون اور صاحب حوت کہہ کر صفت کا اظہار کیا گیا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ سورۂ نساء اور سورۃ انعام میں انبیاء کی فہرست میں فقط نام مذکور ہے باقی سورتوں میں واقعات پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے

اور حضرت یونس علیہ السلام کی حیات طیبہ کے صرف اسی پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے جو ان کی پیغمبرانہ زندگی سے وابستہ ہے اور جس میں رشد و ہدایت کے مختلف گوشے دعوت بصیرت دیتے ہیں۔

مؤرخین اور مفسرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام گو اسرائیلی نبی تھے لیکن انہیں نینوا شہر کے باشندوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا تھا اور نینوا شہر میں اس وقت اشوری عرب آباد تھے جن کا مرکزی شہر نینوا تھا اور موجودہ شہر موصل بھی اسی عملداری میں شامل تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام کے حالات تفصیل کے ساتھ بیان کرنے سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ اشوری قوم کون تھی جس کی طرف حضرت یونس علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ ان کی گمراہی کے کیا اسباب تھے اور پھر اس دور میں ان کے مرکزی شہر نینوا کی کیا اہمیت تھی؟ اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کے حالات اور ان کی قوم کی گمراہی اور ہدایت پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جائے گی۔

جہاں تک قوم آشور یا آشوریوں کا تعلق ہے تو یہ بنیادی طور پر عرب تھے۔ مورخین انہیں سامی گروہ میں شامل کرتے ہیں۔ قدیم دور میں زمانہ قبل مسیح کے دوران عربوں کے مختلف قبائل اور گروہ صحرائے عرب سے اٹھ کر شمال کی آباد زمینوں میں جا کر بستے رہے اور وہاں انہوں نے ایسی شاندار ترقی کی اپنی ایسی سلطنتیں قائم کیں کہ ان سلطنتوں کی طاقت وقوت کو انہوں نے بام عروج پر پہنچا دیا تھا۔

صحرائے عرب سے نکل کر شام کا رخ کرنے والے عرب گروہوں میں سے سب سے پہلے اموری ہمارے سامنے آتے ہیں جو صحرائے عرب سے نکل کر شمال کی طرف گئے اس کے بعد صحرائے عرب سے کنعانی نکلے جن کو یونانیوں نے (آشوریوں) فونیقی کہنا شروع کیا۔ اس کے بعد یہ آشوری صحرائے عرب سے نکل کر شمال کی طرف گئے، چوتھا گروہ جو صحرائے عرب سے اٹھ کر شمال کی طرف بڑھا وہ آرامی تھے بلکہ عبرانی جو آج کل اسرائیلی یا یہودی کہلاتے ہیں وہ بھی صحرائے عرب سے نکل کر شام کی طرف بڑھے اور وہاں انہوں نے ترقی کی اور پھلے پھولے۔

ہمارا تعلق چونکہ یہاں آشوریوں سے ہے جن کی طرف حضرت یونس علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا تھا۔ لہٰذا آشوریوں کے حالات تفصیل سے بیان کئے جائیں گے اور پھر یہ دیکھیں گے کہ آشوریوں کے کس دور میں کس جگہ اور کون سے سن میں کس بادشاہ کے دور میں حضرت یونس علیہ السلام کو نینوا شہر کی طرف ہدایت کے لئے کہا گیا اور آشوریوں کے لئے وہ نبی مبعوث ہوئے۔ بہرحال یہ آشوری عرب بہت پہلے عرب کے ریگستانوں سے اٹھ کر شام کی سرزمینوں کی طرف گئے۔ بقول مورخین یہ سامی نسل سے تعلق رکھتے تھے اور دوسری سامی اقوام کی طرح یہ بھی عرب کے دشت زاروں سے اٹھ کر شمال کی طرف بڑھے۔ کچھ عرصہ تک ان لوگوں نے قدیم دو اقوام یعنی اکادیوں اور سمیریوں کے پاس قیام کیا اس لئے کہ اس دور میں اکادی اور سمیری عزت و عظمت اور طاقت کے لحاظ

سے اپنے عروج پر تھے۔

کچھ عرصہ ان طاقتور قوموں کے پاس قیام کرنے کے بعد آشوری پھر حرکت میں آئے اور ان دونوں بڑی طاقتوں کو چھوڑ کر پھر آگے بڑھے یہ لوگ بابل کے آس پاس عارضی طور پر آباد ہو کر گزر بسر کرنے لگے آخر یہ لوگ بابل سے بھی ترک وطن کر کے دریائے فرات کے آس پاس کے علاقوں میں آباد ہو گئے۔ یہاں انہوں نے ایک چھوٹی سی ایک ریاست قائم کر لی جو آشور کے نام سے موسوم ہوئی۔ ان کا پایہ تخت شروع میں آشور شہر ہی تھا۔

آشور کے بعد انہوں نے ایک دوسرے شہر قالاج کو اپنا مرکزی شہر بنایا۔ کچھ عرصہ یہی شہر آشوری قوم کا پایہ تخت بنا رہا۔ آخر یہ قالاج شہر بھی اپنی مرکزیت کھو بیٹھا کیونکہ تجارت اور دیگر امور کے لحاظ سے نینوا شہر باقی سارے شہروں سے بازی لے گیا تھا لہٰذا اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے آشوریوں نے اپنی سلطنت کا مرکزی شہر نینوا کو قرار دیا۔

آشوری شروع میں زراعت پیشہ تھے لیکن اس نئی مملکت میں قابل کاشت زمین بہت کم تھی اور جو سرزمین بابل کی طرح سرسبز اور شاداب نہ تھی اس لئے انہوں نے لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنایا اور ہر سال موسم بہار میں ہمسایہ ممالک میں یہ لوگ قتل و غارت گری، تخت و تاراج اور ترک تاز اور یلغار کرتے اور جو لوگ ان کے ہاتھوں اسیر ہوتے انہیں غلام بنا لیتے اور ان سے محنت و مشقت کے کام لیتے۔

یہ آشوری انتہائی طاقتور تھے اور شروع میں بے رحم اور شقی القلب بھی تھے قتل و غارت کو خدا کی منشاء کے مطابق سمجھتے تھے۔ آشوریوں کی سنگدلی کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ ان کی تعداد کم تھی اور ان کے تابع فرمان علاقے بہت وسیع تھے۔ اس لئے وہ مفتوح اقوام کو مرعوب اور مطیع رکھنے کے لئے ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک اور رویہ روا رکھتے تھے۔

شروع شروع میں آشوری قوم کے لوگ اپنے اپنے سرداروں کے تحت زندگی بسر کرتے رہے اور ان سرداروں کے تحت کام کرتے ہوئے آس پاس کی دوسری قوموں پر شب خون مار کر لوٹ مار کا کام کرتے۔

کچھ عرصہ بعد اس قوم میں وہ دور آیا کہ ان کے دو سرداروں نے جن کے نام اسی دادان اور شماش رامن تھا۔ آشوری قوم کو متحد کر کے ایک بڑی طاقت بنانے کی کوشش کی تھی۔ یہ دونوں سردار باپ بیٹا تھے۔ اسی دادان باپ تھا اور شماش رامن اس کا بیٹا تھا۔ یہ دونوں کسی حد تک قوم آشور کو مرکزیت دے کر اسے ایک طاقت اور قوت بنانے میں کامیاب ہو گئے لیکن ان دونوں کے بعد آنے والے لوگوں نے اس طرف کوئی دھیان نہ دیا اور یہ قوم پہلے کی طرح اپنے اپنے سرداروں کے ماتحت کام سرانجام دینے لگی۔

اس کے بعد آشوری قوم نے پھر کروٹ لی ان میں سے ایک حکمران اٹھا اس کا نام شاہ پلاسر تھا۔ اس نے حیرت انگیز طور پر اس قوم کو پھر متحد کیا۔ تاریخ میں اس کو تگلت پلاسر کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اور

یہ تگلت پلاسر متحدہ قوم آشور کا بادشاہ بنا۔

یہ شخص انتہائی جرأت مند جری اور دلیر تھا۔ اس نے آشوریوں کا ایک بہت بڑا لشکر بھی تیار کر لیا اور اس لشکر کے ذریعہ اس نے آس پاس کی طاقتور قوموں کو زیر اور مغلوب کرنے کا ارادہ بھی کر لیا۔

اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرنے کے بعد آشوریوں کا یہی بادشاہ تگلت پلاسر آندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا پہلے اس نے بابل کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کی۔

اس لئے کہ بابل سے آشوریوں کو کچھ شکایات تھیں۔ دراصل ماضی میں کچھ آس پاس کے وحشی قبائل آشوریوں پر حملہ آور ہوتے تھے اور ان کے مرکزی شہر نینوا کے اطراف میں لوٹ مار کا بازار گرم کرتے تھے اور بابل کی حکومت ان کی پشت پناہی کیا کرتی تھی۔ بابل میں اس وقت کاسی قوم کی حکومت تھی یہ کاسی بنیادی طور پر کرد تھے اور جبل زاگروان کا بڑا مرکز تھا اور وہیں سے اٹھ کر یہ بابل پر قابض ہو گئے تھے۔ بہر حال آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر عذاب بن کر بابل پر حملہ آور ہوا۔ کاسیوں کو اس نے بدترین شکست دی اور بابل پر قبضہ کر لیا۔ اب بابل کی فتح کے بعد آشوریوں کی طاقت اور قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا اور ان کی سلطنت وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم آشوریوں سے متعلق مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ آشوریوں نے پہلے پہل تگلت پلاسر اول کے ماتحت عظیم الشان سلطنت کے راستے پر قدم رکھا جو

کسی حد تک قبل از وقت تھا۔ تگلت پلاسر نے 1094 ق م میں شام پر حملہ کیا اور فاتح قرار پایا۔ اس کے بعد وہ جبل طاروس کی طرف بڑھا جو ایک بہت بڑا کوہستانی سلسلہ ہے آج کل اناطولیہ کے میدانوں میں ہے اور ترکی کی حکومت میں شامل ہے۔ یہاں اس دور میں ایک زبردست قوم آباد تھی۔ ان آشوریوں نے اپنی طاقت وقوت سے حتیوں کو بھی روند کر رکھ دیا اور اعلان کیا کہ حتیوں کے جانشین کی حیثیت سے ہم شام کے مالک ہیں۔

اس کے علاوہ جبلا اردوس وصیدا اور دوسرے کئی علاقوں نے اطاعت قبول کر لی۔

اس فتح کے دوران آشوریوں کے بادشاہ نے بڑے بڑے چٹان کٹوائے اور اپنے دیوتاؤں کا بت بنانے کی غرض سے انہیں آشور بھیج دیا۔ وہ سمندر کے راستہ پلٹا اور بقول مورخین اس نے بحری گھوڑوں اور ڈولفن کا شکار کیا۔ دوآبہ دجلہ وفرات کے متعدد حکمرانوں نے اس کی اطاعت قبول کی۔

تگلت پلاسر نے دریائے فرات کے پاس جتنا علاقہ تھا فتح کیا اور بہت جلد آرامی پر حملہ آور قابض ہو گئے۔ یہ آرامی بھی عرب کے صحراؤں سے نکل کر شمال کی ان سرزمینوں کی طرف آئے تھے اور یہ بھی بنیادی طور پر عرب ہی تھے۔ چنانچہ جب آرامیوں نے ان آشوریوں کے فتح کردہ علاقوں کو دوبارہ واپس لے لیا تب آشوریوں کا ایک بادشاہ آشور ناصر

پال 884 ق م سے 859 ق م کے دوران حرکت میں آیا۔

جو علاقے آرامی عربوں نے آشوری عربوں سے لئے تھے دوبارہ ان پر قبضہ کیا۔ چنانچہ جو حکمت عملی اس سے پہلے آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر نے شروع کی تھی وہی اس دوسرے بادشاہ اشور ناصر پال نے کی اور شمال کی طرف بڑھتے ہوئے کئی علاقوں کو زیر کیا۔

پھر وہ جنوب کی طرف بڑھا اور دریائے عاصی کو عبور کر کے لبنان میں داخل ہو گیا۔ اس طرح کسی بڑی مزاحمت کے بغیر سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ یہیں کنعانی یا فونیقی شہروں نے عارضی طور پر اس کی اطاعت قبول کر لی۔ فونیقیوں کو دوسرے الفاظ میں کنعانی بھی کہا جاتا ہے۔ یونانی انہیں فونیقی کہتے تھے۔ دوسری قومیں انہیں کنعانی کہتی تھیں۔ یہ بھی بنیادی طور پر عرب ہی تھے اور عرب کے صحرا سے نکل کر یہ شمالی علاقوں کی طرف گئے تھے۔

آشوریوں کی طرف سے دوآبہ دجلہ وفرات سے شام پر یہ پہلا حملہ تھا اور اس کی کیفیت فرعون مصر کے اس حملے کی سی تھی جو سو سال پیشتر شام پر ہوا تھا۔ چنانچہ آشوریوں کے بادشاہ آشور ناصر پال اور اس کے بیٹے اور جانشین شلب ناصر ثالث نے وہ عسکری اور فوجی تربیت مکمل کی جس کی وجہ سے ان کا وطن اور ان کی سلطنت مغربی ایشیا کی ایک عظیم طاقت بن کر ابھری۔

شلب ناصر کو 853 ق م میں کرکر کے میدان میں جو وادیٔ عاصی

کے اندر واقع ہے شام کے متحدہ ریاستوں سے جنگ پیش آئی۔ ان متحدہ قوتوں کا رئیس دمشق کا آرامی بادشاہ تھا۔ اسرائیل کا بادشاہ آخاب وینز سور اور دوسری فونیقی شہری ریاستوں کے نمائندے بھی شام کی متحدہ قوت میں شامل ہو گئے تھے۔

لیکن آشوری عرب اب بہت زیادہ طاقت اور قوت پکڑ چکے تھے لہٰذا ان کے بادشاہ شلب ناصر نے اس متحدہ قوت کو شکست فاش دی اور یہ فتح جو آشوریوں کی عظیم فتح تھی فیصلہ کن ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ آشوریوں کا بادشاہ شلب ناصر اپنے کتبات میں بار بار ذکر کرتا ہے کہ اسے شام اور فلسطین کی تسخیر کے لئے مہمیں تیار کرنی پڑیں۔ 842 ق م میں تمام فونیقی شہروں نے مکمل طور سے آشوریوں کی اطاعت قبول کر لی۔

چنانچہ اپنے ایک کتبہ میں شلب ناصر اس فتح کا ذکر یوں کرتا ہے۔

اپنے عہد حکومت کے اٹھارہویں سال میں نے دریائے فرات کو سولہویں مرتبہ عبور کیا۔ آرامیوں کے بادشاہ خرائیل کو اپنی فوج پر بھروسہ تھا۔ میں نے اس کا تختہ الٹ دیا۔ پھر میں نے بعلی راسی کی جانب پیش قدمی کی جو ایک پہاڑی ہے اور سمندر کے اندر چلی گئی ہے۔ میں نے اپنا مجسمہ وہاں نصب کیا اور پھر صور اور صیدا کے لوگوں اور یاہو ابن عمری سے خراج وصول کیا۔

شلب ناصر اور اس کے باپ نے شام کی تسخیر سے جس سلطنت کی بنیاد رکھی وہ ایک بار پھر زوال کا شکار ہو گئی۔ لیکن ایک صدی بعد تگلت

پلاسر ثالث اور اس کے جانشین نے اس میں ازسرنو تازہ روح پھونکی۔
چنانچہ 747 ق م سے 741 ق م تک تگلت پلاسر نے ارفاد میں اپنا جنگی مرکز قائم کیا اور وہاں سے شام کی تسخیر کے لئے ازسرنو مہمیں بھیجتا رہا خود بھی جاتا رہا اس کے بیٹے شلب ناصر پنجم نے فونیقیہ اور اس کے شہروں کو پامال کر ڈالا جیسا کہ جوزی فش نے سامی روایات کی بناء پر بیان کیا ہے۔

اس کے علاوہ صیدا و عکر صور کے شہر جو ساحل پر واقع تھے انہوں نے ایکا کرلیا وہ چاہتے تھے کہ صور شہر کے مال پر کنٹرول اور صیدا سے علیحدگی حاصل کرلیں جو جزیرے میں واقع تھا۔ چنانچہ انہوں نے حملہ آوروں کی برتری قبول کرلی ایک بیڑہ اس کے لئے تیار کرلیا جس میں 60 جہاز تھے اور ان میں 800 فونیقی ملاح سوار تھے۔

جزائر صور سے شلب ناصر کے بیڑے کی لڑائی ہوئی لیکن یہ بیڑہ شکست کھا کر بکھر گیا۔ شلب ناصر نے خشکی پر اتنے لشکر جمع کرلئے کہ جزیرہ صور کی ناکہ بندی کنارے کی طرف سے جاری رہی۔ جزائر کے اندر میٹھے پانی کے کنوئیں موجود تھے۔ لہٰذا اہل شہر کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔

پانچ سال کے محاصرے میں بھی شہر حوالے نہ ہوا اور 724 ق م میں باعزت عہد نامہ ہوگیا اس کے بعد آشوریوں نے سامرہ کا محاصرہ 724 ق م میں شروع کیا۔ شلب ناصر کے جانشین سرجان سونی کے عہد میں یہ شہر آشوریوں کے سامنے زیر ہوگیا۔

صور شہر کے بادشاہ ایلو ایلی جس کے معنی میرا خدا حقیقی خدا ہے نے آشوریوں کا مقابلہ کیا تھا۔ دراصل وہ مصر کی طرف مائل تھا۔ سرجان سونی کے عہد میں وہ ساحلی علاقے کی ایک اہم شخصیت بن گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے فونیقیہ کے بڑے حصے پر اقتدار حاصل کرلیا تھا اور قبرص کو بھی فتح کرنے کی کوشش کی تھی۔ انجام کار سرجان کے بیٹے اور جانشین سنحیرب نے ایلو ایلی کو قبرص سے نکلنے پر مجبور کردیا اور اس کی جگہ صیدا کے بادشاہ آیت بعل کو حکمران بنادیا جو آشوریوں کا حامی تھا۔

آشوری حملہ آوروں نے پہلے ایلو ایلی کے گرمائی محل کو آگ لگائی جو لبنان میں واقع تھا اور اسے تاخت وتاراج کرڈالے۔ پھران کے لشکری برچھیوں اور نیزوں کا سہارا لیتے ہوئے دیواروں کے نیچے سیتاتی بلند چوٹیوں پر چڑھ گئے جہاں درختوں کے جھنڈ میں ایلو ایلی کا قلعہ تھا۔

اس کے محافظ دستے کے آدمیوں کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر انہیں سنحیرب کی پیش گاہ میں پہنچایا گیا۔ سنحیرب نے دریائے کلب کے کنارے ایک چٹان پر ایک نقش چھوڑا تھا جو اب تک دیکھا جا سکتا ہے وہ اس طرح حملہ آور ہوا تھا جس طرح بھیڑیا ریوڑ پر حملہ آور ہوتا ہے۔

چنانچہ اس کی یاد اب تک تازہ ہے۔ سنحیرب کو خلیج فارس میں اسی لئے ہنگامہ آرائی کا موقع مل گیا کہ اسے فونیقیہ کے جہاز اور ملاح مل گئے تھے۔

صیدا شہر نے 701 ق م میں سنحیرب کی اطاعت قبول کی تھی لیکن اس کے بعد 670 ق م میں اس کے بیٹے سرحدون کے خلاف سرکشی کی

اس نے صیدا کو برباد کر ڈالا۔ اس کی دیواریں سمندر میں گرادی گئیں۔ اس کا بادشاہ عبد ملکارت سمندر میں کود پڑا لیکن اسے نکال لیا گیا اور سر قلم کر دیا گیا ساتھ ہی آشوریوں کے بادشاہ نے ایک قلعہ تعمیر کر لیا تھا تاکہ شہر پر دہشت طاری رہے۔

اردوس کے بادشاہ نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنا شہر خود ہی آشوریوں کے حوالے کر دیا۔ ساتھ ہی اپنی بیٹی کا رشتہ آشوریوں کے بادشاہ کو دیا، پھر اس حالات کو دیکھتے ہوئے دیگر بہت سے شہروں نے آشوریوں کی اطاعت قبول کر لی۔

اس کے علاوہ ان کے درمیان ایک پکا عہد نامہ بھی ہو گیا جسے صور کے بادشاہ نے اس وقت توڑا جب سمجھ لیا کہ غیر ملکی اقتدار کا جوا پھینکنے کا وقت اور موقع آ گیا ہے۔

دریائے کلب کے کنارے رعمسیس والی چٹان اور سل کے قریب ایک سل ہے جو یہ نقشہ پیش کر رہی ہے کہ سرحدون عظمت اور جلال کے ساتھ کھڑا ہوا کتبے کی طرف اشارہ کر رہا ہے جس میں ممفس یعنی مصر کے مرکزی شہر کے علاوہ عسقلان اور صور کی تسخیر کا ذکر ہے۔ شمالی شام عین تاب کے مغرب میں وہاں ایک اور چٹان ہے جس پر سرحدون کی تمثال بنی ہوئی ہے۔ وہ ایک رسہ لئے کھڑا ہے جسے صور کے بادشاہ اور مصر کے بادشاہوں کی ناکوں کے اندر پرو رکھا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مصر کا بادشاہ ترجا کا کبھی کسی کی قید میں نہ پڑا معلوم

ہوتا ہے کہ اس تمثال کا مقصد بھی دوسری عالمی جنگ میں محوری طاقتوں کے اعلانات کی طرح محض پروپیگنڈہ تھا۔ سرحدون اور اس کے بیٹے آشور بنی پال کے عہد میں مصر فتح ہو گیا اور آشوری سلطنت جس کا دارالحکومت نینوا تھا اپنی وسعت کی آخری حد پر جا پہنچا۔

☆اور یونسؑ بھی رسولوں میں سے تھے جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے اس وقت قرعہ ڈالا تو انہوں نے زک اٹھائی پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ قابل ملامت کام کرنے والے تھے۔ پھر اگر وہ اللہ کی پاکی بیان نہ کرتے تو اس روز تک کہ لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اسی کے پیٹ میں رہتے پھر ہم نے ان کو جبکہ وہ بیمار تھے فراخ میدان میں ڈال دیا اور ان پر کدو کا درخت اگایا اور ان کو لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا۔ (سورۃ صافات 37 آیت 139 سے 147)

☆☆☆

جہاں تک حضرت یونس علیہ السلام کے نسب کا تعلق ہے تو مورخین اسلام اور اہل کتاب اس پر متفق ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کے نسب سے متعلق اس سے زیادہ اور کوئی بات ثابت نہیں کہ ان کے والد کا نام متی تھا اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ متی حضرت یونس علیہ السلام کی والدہ کا نام ہے مگر یہ بڑی غلطی ہے اس لئے کہ بخاری کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بصراحت مذکور ہے کہ متی والد کا نام ہے اور اہل کتاب حضرت یونس علیہ السلام کا نام یوناہ اور ان کے والد کا نام امتی بتاتے ہیں لہٰذا یونس بن امتی اور یوناہ بن امتی میں کوئی نمایاں اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ عربی اور عبرانی زبانوں کی لفظی تعبیر کا فرق ہے۔

جہاں تک حضرت یونس علیہ السلام کے مبعوث کئے جانے کے زمانے کا تعلق ہے تو حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کے زمانے کا تعین تاریخی روشنی میں تو مشکل ہے۔ البتہ بعض مورخین نے یہ ضرور کہا ہے کہ جب ایران یعنی فارس میں طوائف الملوکی کا دور تھا اس وقت نینوا میں حضرت یونس علیہ السلام کا ظہور ہوا تھا۔

محققین جدید نے فارس کی حکومت کو تین عہد میں تقسیم کیا ہے ایک

حملہ سکندر اعظم سے پہلے دوسرا پارتھوی حکومت یعنی طوائف الملوکی کا دور اور تیسرا ساسانی عہد۔ ایران کا پہلا دور عروج اور ایک طرح سے ارتقا کا دور تھا۔ یہ ایک طرح سے کنعانی عہد سے شروع ہوتا ہے۔ جس میں کیقباد وکیکاؤس ہفت خوان رستم افراسیاب وکیخسر ولہراسپ گشتاسپ واسفندیار اور بہمن دراز دست جیسے زبردست حکمران پیدا ہوئے۔ ایران کے دوسرے عظیم دور کو ہخامنشی عہد کا نام دیا جاتا ہے۔ اس میں کوروش اعظم و کمبوچیہ و داریوش اوّل وزرکثیر، اردشیر و دراز دست داریوش دوئم، اردشیر دوئم، اردشیر سوئم اور داریوش سوئم جیسے حکمران گزرے۔

اس کے بعد اس سرزمین پر سکندر اعظم حملہ آور ہوا اور اس نے ایرانی طاقت وقوت کو کچل کر مٹی میں ملا کر رکھ دیا۔

پھر ایران میں ساسانی دور شروع ہوتا ہے یہ بھی ایران کے خروج اور ترقی کا دور ہے جس میں اردشیر۔ شاہ پورا آل، ہرمز اوّل، بہرام اول، بہرام دوئم، نرسی ہرمز دوئم، آذر نرسی، شاہ پور اعظم، اردشیر دوئم، شاہ پور سوئم، بہرام چہارم، یزدگرد گنہ گار، بہرام پنجم، یزدگرد دوئم، ہرمز سوئم، فیروز اول، بالاش قباد، خسرو، ہرمز چہارم اور خسرو پرویز جیسے نامور حکمران گزرے۔

اس تحقیق کے پیش نظر حافظ ابن حجر کی نقل کے مطابق حضرت یونس علیہ السلام کا عہد 372 ق م سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے درمیان ہونا چاہئے مگر مورخین کہتے ہیں کہ یہ قول تاریخی نقطہ

نظر سے غلط ہے۔ اس لئے مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بابلیوں کے ہاتھوں آشوریوں کا مشہور شہر نینوا 612 ق م میں تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ علاوہ ازیں اہل کتاب کی روایات یہ شہادت دیتی ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کے عہد کے بعد یعنی 690 ق م میں جب اہل نینوا نے دوبارہ کفر و شرک و ظلم و ستم شروع کر دیا اور ان کی سرکشی بہت بڑھ گئی تب ایک اسرائیلی نبی ناحوم علیہ السلام نے دوبارہ ان کو سمجھایا اور ہدایت و رشد کی دعوت دی اور جب انہوں نے کوئی پرواہ نہیں کی تو نینوا کی تباہی کی پیش گوئی فرمائی اور اس کے 70 برس بعد یعنی 612 ق م میں نینوا تباہ و برباد ہوا۔

لہٰذا حضرت یونس علیہ السلام کا عہد 690 ق م سے بھی قدیم ہونا چاہئے۔ غالباً شاہ عبدالقادر کا یہ قول صحیح ہے کہ حضرت یونس علیہ حزقی ایل کے عہد سے معاصر ہیں۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

''حزقی ایل کے پاروں میں تھے۔ یونس علیہ السلام نے بڑے شوق میں عبادت کی اور دنیا سے الگ ہوا اور ان کو بھیجو شہر نینوا میں مشرکوں کو منع کریں۔ بت پوجنے سے۔''

لیکن اس جگہ حزقی ایل کے نام پر مورخین کو عام طور پر یہ مغالطہ ہوا ہے کہ وہ اس حزقی ایل کو بادشاہ سمجھتے ہیں حالانکہ بنی اسرائیل میں اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔ دراصل حزقی ایل سے مراد مشہور پیغمبر حزقی ایل ہیں۔

اس تحقیق سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ حضرت یونس علیہ السلام اسرائیلی پیغمبر ہیں۔ امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں ذکر کیا ہے اور اپنی تحقیق کے مطابق جو ترتیب قائم کی ہے اس میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان کیا ہے۔

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام ہی کے سلسلہ میں اللہ نے سورۃ یونس میں فرمایا۔

''اور پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ قوم یونس کی بستی کے سوا اور کوئی بستی نہ نکلی کہ نزول عذاب سے پہلے یقین کر لیتی اور ایمان کی برکتوں سے فائدہ اٹھاتی۔ یونس کی قوم جب ایمان لے آئی تو ہم نے رسوائی کا وہ عذاب ان پر سے ہٹا دیا جو دنیا ان کی زندگی میں پیش آنے والا تھا اور ایک خاص مدت تک سامان زندگی سے بہرہ مند ہونے کی مہلت دے دی۔

مزید فرمایا۔ اور یونس کا معاملہ یاد کرو جب وہ ایسا ہوا کہ وہ راہ حق میں خشمناک ہو کر چلا گیا پھر اس نے خیال کیا کہ ہم اس کو تنگی آزمائش میں نہیں ڈالیں گے۔ پھر جب اس کو آزمائش کی تنگی نے آن گھیرا تو اس نے مچھلی کے پیٹ میں اور دریا کی گہرائی کی تاریکی میں پکارا۔

''خدایا! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرے لئے ہر طرح کی پاکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے اوپر بڑا ظلم کیا۔''

پھر سورۃ صافات میں فرمایا۔

''تب ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غمگینی سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ بے شک یونس پیغمبروں میں سے تھا اور وہ واقعہ یاد کرو جب کہ وہ بھری ہوئی کشتی کی جانب بھاگا اور جب کشتی والوں نے غرق ہونے کے خوف سے قرعہ ڈالا تو دریا میں ڈالے جانے کے لئے اس کا نام نکلا۔

پھر نگل گئی اس کو مچھلی اور وہ اللہ کے نزدیک قوم کے پاس سے بھاگ آنے پر قابل ملامت تھا۔ پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے والوں میں سے تھا تو مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک رہتا پھر ہم نے ڈال دیا اس کو مچھلی کے پیٹ سے نکال کر چٹیل زمین میں اور وہ ناتواں اور بے حال تھا اور ہم نے ایک بیل دار درخت کا سایہ اس پر اگا دیا اور ہم نے اس کو ایک لاکھ سے زیادہ انسانوں کی جانب پیغمبر بنا کر بھیجا۔ پس وہ ایمان لے آئے پھر ہم نے ان کو ایک مدت تک سامان زندگی سے نفع اٹھانے کا موقع دیا۔''

اور سورۃ القلم میں حضرت یونس علیہ السلام سے متعلق فرمایا۔

''پس اپنے پروردگار کے حکم کی وجہ سے صبر کو کام میں لاؤ اور مچھلی والے یعنی یونس کی طرح بے صبر نہ ہو جاؤ جبکہ اس نے اللہ کو پکارا اور وہ بہت مغموم تھا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اس کے پروردگار کے فضل نے اس کو آغوش میں لے لیا تھا تو وہ ضرور چٹیل میدان میں ملامت شدہ ہو کر پھینک

دیا جاتا پس اس کے پروردگار نے اس کو برگزیدہ کیا اور اس کو نیک بندوں میں رکھا۔''

جہاں تک حضرت یونس علیہ السلام کے حالات کا مفصل ذکر ہے تو حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ جس کا کچھ حصہ قرآن میں مذکور ہے اور کچھ روایات وحدیث اور تاریخ سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم عراق میں موصل کے مشہور مقام نینوا میں بستی تھی ان کی تعداد قرآن کریم میں ایک لاکھ سے زیادہ بتائی ہے ان کی ہدایت کے لئے اللہ نے حضرت یونس علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ تو قوم نے ایمان لانے سے انکار کیا۔

پس حق تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو آگاہ کر دو کہ تین دن کے اندر اندر تم پر عذاب آنے والا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے قوم میں یہ اعلان کر دیا۔ تو قوم نے آپس میں مشورہ کیا تو اس پر سب کا اتفاق ہوا کہ ہم نے کبھی حضرت یونس علیہ السلام کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا اس لئے ان کی بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے۔

مشورے میں یہ طے ہوا کہ یہ دیکھا جائے کہ یونس علیہ السلام رات کو ہمارے اندر اپنی جگہ مقیم رہتے ہیں تو سمجھ لو کہ کچھ نہیں ہوگا۔ اگر وہ یہاں سے کہیں چلے گئے تو یقین کر لو کہ صبح کو ہم پر عذاب آئے گا۔

حضرت یونس علیہ السلام رات کو اس بستی سے نکل گئے صبح ہوئی تو

عذاب الٰہی ایک سیاہ دھوئیں اور بادل کی شکل میں ان کے سر پر منڈلانے لگا اور فضا آسمانی سے نیچے ان کے قریب ہونے لگا تو ان کو یقین ہو گیا کہ اب ہم سب ہلاک ہونے والے ہیں۔

یہ دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کیا تاکہ ان کے ہاتھ پر مشرف بہ ایمان ہو جائیں اور پچھلے انکار سے توبہ کر لیں مگر حضرت یونس علیہ السلام کو نہ پایا تو خود ہی اخلاص نیت کے ساتھ توبہ واستغفار میں لگ گئے۔ بستی سے ایک میدان میں نکل آئے عورتیں و بچے اور جانور سب اس میدان میں جمع کر دیئے۔ ٹاٹ کے کپڑے پہن کر عجز وزاری کے ساتھ اس میدان میں توبہ کرنے لگے اور عذاب سے پناہ مانگنے میں اس طرح مشغول ہوئے کہ پورا میدان آہ وبکا سے گونجنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور عذاب ان سے ہٹا دیا اور روایت میں ہے کہ یہ عاشورہ یعنی دسویں محرم کا دن تھا۔

ادھر حضرت یونس علیہ السلام بستی سے باہر اس انتظار میں تھے کہ اب اس قوم پر عذاب نازل ہوگا ان کے توبہ واستغفار کا حال ان کو معلوم نہ تھا جب عذاب ٹل گیا تو ان کو فکر ہوئی کہ مجھے جھوٹا قرار دیا جائے گا کہ میں نے اعلان کیا تھا کہ تین دن کے اندر عذاب آ جائے گا۔ اس قوم میں قانون یہ تھا کہ کسی شخص کا جھوٹ معلوم ہو اور وہ اپنے کلام پر کوئی شہادت نہ پیش کرے تو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ حضرت یونس کو فکر ہوئی کہ مجھے جھوٹا قرار دے کر یہ لوگ قتل کر دیں گے۔

انبیاء علیہ السلام ہر گناہ اور معصیت سے معصوم ہوتے ہیں مگر انسانی فطرت اور طبیعت سے جدا نہیں ہوتے۔ اس وقت حضرت یونس علیہ السلام کو طبعی طور پر ملال تھا کہ میں نے حکم الٰہی کا اعلان کیا تھا اور اب میں اعلان کی وجہ سے جھوٹا قرار دیا جاؤں گا۔ اب میں واپس جاؤں تو کس منہ سے جاؤں قوم کے قانون کے مطابق گردن زدنی بنوں۔ اس رنج وغم اور پریشانی کے عالم میں اس شہر سے نکل جانے کا ارادہ کر کے چل دیئے۔ یہاں تک کہ بحیرۂ روم کے کنارے پہنچ گئے۔

وہاں ایک کشتی دیکھی جس میں لوگ سوار ہو رہے تھے۔ پھر حضرت یونس علیہ السلام کو ان لوگوں نے پہچان لیا اور بغیر کرائے کے سوار کر لیا۔ کشتی روانہ ہو کر جب بیچ میں پہنچ گئی تو دفعتاً ٹھہر گئی نہ آگے بڑھتی تھی نہ پیچھے چلتی تھی۔ کشتی والوں نے منادی کہ ہماری اس کشتی کی منجانب اللہ کی شان ہے کہ جب اس میں کوئی ظالم گناہ گار یا بھاگا ہوا غلام سوار ہو جاتا ہے تو یہ کشتی خود بخود رک جاتی ہے۔ اس آدمی کو ظاہر کر دینا چاہیئے کیونکہ ایک آدمی کی وجہ سے سب پر مصیبت نہ آئے۔

اب حضرت یونس علیہ السلام بول اٹھے کہ وہ بھاگا ہوا غلام گناہ گار میں ہوں کیونکہ میں اپنے شہر سے غائب ہو کر کشتی میں سوار ہونا ایک طبعی خوف کی وجہ سے تھا کہ اذن الٰہی نہ تھا کہ بغیر اذن کے اس طرف آنے کو حضرت یونس علیہ السلام کی پیغمبرانہ شان نے ایک گناہ قرار دیا کہ پیغمبر کی کوئی نقل وحرکت بلا اذن کے نہیں ہونا چاہیئے تھی اس لئے فرمایا مجھے دریا

میں ڈال دو تم سب اس عذاب سے بچ جاؤ گے۔

کشتی والے اس پر تیار نہ ہوئے بلکہ انہوں نے قرعہ اندازی کی تا کہ قرعہ میں جس کا نام نکل آئے اس کو دریا میں ڈال دیا جائے۔

اتفاقاً قرعہ میں حضرت یونس کا نام نکل آیا لوگوں کو اس پر تعجب ہوا تو کئی مرتبہ قرعہ اندازی کی ہر مرتبہ بحکم قضا وقدر حضرت یونس علیہ السلام ہی کا نام آتا رہا۔ قرآن کریم میں اس قرعہ اندازی اور اس میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلنے کا ذکر موجود ہے۔

"یونس کے ساتھ حق تعالیٰ کا یہ معاملہ ان کے مخصوص پیغمبرانہ مقام کی وجہ سے تھا۔ اگرچہ اس نے اللہ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی تھی جس کو گناہ اور معصیت کہا جاتا ہے اور کسی پیغمبر سے اس کا امکان نہیں کیونکہ وہ معصوم ہوتے ہیں لیکن پیغمبر کے مقام بلند کے یہ مناسب نہ تھا کہ محض خوف طبعی سے کسی جگہ بغیر اذن خداوندی منتقل ہو جائیں۔ اس خلاف شان عمل پر بطور عتاب یہ معاملہ کیا گیا۔"

چنانچہ اس طرح ایک طرف قرعہ اندازی میں نام نکل کر دریا میں ڈالے جانے کا سامان ہو رہا تھا۔ دوسری طرف ایک بہت بڑی مچھلی بحکم خداوندی کشتی کے قریب منہ پھیلائے ہوئے لگی ہوئی تھی کہ یہ دریا میں آئیں تو ان کو اپنے پیٹ میں جگہ دے جس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے حکم دے رکھا تھا کہ یونس کا جسم تیرے پیٹ کے اندر رکھا جائے گا۔ یہ تیری غذا نہیں بلکہ ہم نے تیرے پیٹ کو اس کا مسکن بنا دیا ہے۔

چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام دریا میں ڈالے گئے تو فوراً اس مچھلی نے منہ میں لے لیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ حضرت یونس علیہ السلام جس مچھلی کے پیٹ میں 40 روز رہے۔ یہ ان کو زمین کی تہہ تک لے جاتی اور دور دراز کی مسافتوں میں پھراتی رہی۔ بعض حضرات نے سات بعض نے پانچ دن اور بعض نے ایک دن کے چند گھنٹے مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی مدت بتائی ہے۔

بہرحال اللہ کو معلوم ہے اس حالت میں حضرت یونس علیہ السلام کتنا عرصہ مچھلی کے پیٹ میں رہے مگر گڑگڑا کر خداوند قدوس سے دعا مانگتے رہے۔

"اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں ہی ظالموں میں سے تھا۔" اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور بالکل صحیح وسالم حضرت یونس علیہ السلام کو دریا کے کنارے پر ڈال دیا۔

مچھلی کے پیٹ کی گرمی سے ان کے بدن پر کوئی بال نہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قریب ایک کدو کی بیل اگا دی جس کے پتوں کا سایہ بھی حضرت یونس علیہ السلام کے لئے ایک راحت بن گئی اور ایک جنگلی بکری کو اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرما دیا وہ صبح وشام ان کے پاس آ کھڑی ہوتی اور وہ اس کا دودھ پی لیتے تھے۔ اس طرح حضرت یونس علیہ السلام کو اس لغزش پر تنبیہ بھی ہو گئی اور بعد میں ان کی قوم کو بھی پورا حال معلوم ہو گیا۔

☆☆☆

☆ کہہ دو کہ بھلا دیکھو تو اگر اس کا عذاب تم پر نا گہاں آ جائے رات کو یا دن کو تو پھر گنہگار کس بات کی جلدی کریں گے کیا جب وہ آ جائے گا، تب اس پر ایمان لاؤ گے اس وقت کہا جائے گا کہ اور اب ایمان لائے؟ اسی کے لئے تو تم جلدی مچایا کرتے تھے پھر ظالم لوگوں سے کہا جائے گا کہ عذاب دائمی کا مزا چکھو۔ اب تم انہی اعمال کا بدلہ پاؤ گے جو دنیا میں کرتے رہے اور تم سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا یہ سچ ہے کہہ دو ہاں اللہ کی قسم سچ ہے اور تم بھاگ کر اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے اور اگر ہر ایک نافرمان شخص کے پاس روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں تو عذاب سے بچنے کے بدلے میں سب دے ڈالے۔ اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو پچھتائیں گے اور ندامت کو چھپائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کسی طرح کا ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

(سورۃ یونس 10 آیت 50 سے 54)

مفسرین، مورخین اور محققین لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو یہ فرمایا کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ منکرین قوم ایسے وقت ایمان لے آئیں کہ ان کا ایمان ان کو نفع دیتا یعنی موت کے وقت یا وقوع عذاب اور مبتلائے عذاب ہو چکنے کے بعد یا قیام قیامت کے وقت ... توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا

کسی کی توبہ اور ایمان قبول نہ ہوگا۔

اس سے پہلے پہلے اپنی سرکشی سے باز آ جائیں اور ایمان لے آئیں۔ بجز قوم یونس علیہ السلام کے کہ انہوں نے ایسا وقت آنے سے پہلے ہی جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا دیکھا تھا تو فوراً توبہ کر لی اور ایمان لے آئے جس کی وجہ سے ہم نے ان سے رسوائی کرنے والا عذاب ہٹا لیا۔

اس واقعہ کا مفسرین یہ بیان کرتے ہیں کہ دنیا کا عذاب سامنے آ جانے پر توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا بلکہ توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ البتہ آخرت کا عذاب سامنے آ جانے کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی اور عذاب آخرت کا سامنے آنا یا قیامت کے دن ہوگا یا موت کے وقت خواہ وہ طبعی موت ہو یا کسی دنیاوی عذاب میں مبتلا ہو کہ جیسے فرعون کو پیش آیا۔

اس لئے قوم یونس کی توبہ قبول ہو جانا عام ضابطہ الٰہی کے خلاف نہیں بلکہ اس کے ماتحت ہے کیونکہ اس نے اگرچہ عذاب آتا ہوا دیکھ کر توبہ کی مگر عذاب میں مبتلا ہونے اور موت سے پہلے کر لی برخلاف فرعون اور دوسرے لوگوں کے جنہوں نے عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد موت کے وقت توبہ کی اور ایمان کا اقرار کیا اس لئے ان کا ایمان معتبر نہ ہوا اور توبہ قبول نہ ہوئی۔

حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کی ایک نظیر خود قرآن کریم میں بنی اسرائیل کا وہ واقعہ ہے جس میں کوہ طور کو ان کے سروں پر معلق کر کے

ان کو ڈرایا گیا اور توبہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے توبہ کر لی تو وہ توبہ قبول ہوئی جس کا ذکر سورۃ بقرۃ میں موجود ہے جیسا کہ قرآن مقدس میں فرمایا۔

''ہم نے ان کے سروں پر کوہ طور کو معلق کر کے حکم دیا کہ جو احکام تمہیں دیئے گئے ہیں ان کو مضبوطی سے پکڑو۔''

وجہ یہ تھی کہ انہوں نے عذاب کے واقع ہونے اور موت میں مبتلا ہونے سے پہلے محض عذاب کا اندیشہ دیکھ کر توبہ کر لی تھی۔ اس طرح قوم یونس علیہ السلام نے عذاب کو آتا ہوا دیکھ کر اخلاص اور آہ وزاری کے ساتھ توبہ کر لی جس کی تفصیل آگے ہے۔ اس کا توبہ کا قبول ہو جانا ضابطہ مذکورہ کے خلاف نہیں ہے۔

بعض مفسرین اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ کچھ حضرات نے سخت غلطی کی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی طرف فریضہ رسالت ادا کرنے میں کوتاہیوں کی نسبت کردی اور قوم سے عذاب ہٹ جانے کا سبب پیغمبر کی کوتاہی کو قرار دیا اور اسی کوتاہی کو سبب عذاب بنایا جس کا ذکر سورۃ انبیاء اور سورۃ صافات میں آیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں۔

''تو غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر چھوڑ دیا تھا اس لیے جب آثار عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ قرآن میں پس جب نبی ادائے رسالت میں کوتاہی کر گیا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے خود ہی اپنی جگہ سے

ہٹ گیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا۔''

یہاں سب سے پہلے دیکھنے کی بات یہ ہے کہ انبیاء کا گناہوں سے معصوم ہونا تو ایک مسلمہ عقیدہ ہے جس پر تمام امت کا اجماع ہے اس کی تفصیل میں کچھ جزوی اختلافات بھی ہیں کہ یہ عصمت ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے ہے یا صرف کبیرہ سے اور یہ کہ یہ عصمت قبل از نبوت کے زمانے کو بھی شامل ہے یا نہیں۔

لیکن اس میں کسی فرقہ کسی شخص کا اختلاف نہیں ہے کہ انبیاء سب کے سب ادائے رسالت کے فریضہ میں کبھی کوتاہی نہیں کر سکتے کیونکہ انبیاء کے لئے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہو سکتا کہ جس منصب کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب فرمایا ہے اس میں کوتاہی کر بیٹھیں۔ یہ تو فرض منصبی میں کھلی ہوئی خیانت ہے جو عام شریف انسانوں سے بھی بعید ہے اس کوتاہی سے بھی اگر پیغمبر معصوم نہ ہوا تو پھر دوسرے گناہوں سے عصمت بے فائدہ ہے۔

تو اصول مسلمہ کے لئے ضروری تھا کہ اس کی تفسیر و معنی کی ایسی توجیح تلاش کی جاتی کہ جس سے وہ قرآن اور حدیث کے قطعی ثبوت سے متصادم ہوں۔

مگر یہاں تو عجیب بات یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے جس بات کو قرآنی اشارات اور صحیفہ یونس علیہ السلام کی تفسیر کے حوالے سے پیش کیا وہ صحیفہ یونس علیہ السلام میں تو ہو جس کا اہل اسلام کے ہاں کوئی اعتبار نہیں۔ قرآن

میں اشارہ تو ایک بھی نہیں بلکہ ہوا یہ کہ کئی مقدمے جوڑ کر یہ نتیجہ زبردستی نکالا گیا ہے۔ پہلے تو یہ فرض کرلیا گیا کہ قوم یونس علیہ السلام سے عذاب ٹل جانا خدائی دستور کے خلاف واقعہ ہوا جو خود اس آیت کے سیاق وسباق کے بالکل خلاف ہے اور اہل تحقیق وآئمہ تفسیر کی تصریحات کے بھی خلاف ہے اس کے ساتھ یہ فرض کرلیا گیا کہ خدائی قانون کو اس موقع پر اس لئے توڑا گیا کہ خود پیغمبر سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہوگئی تھیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی فرض کرلیا گیا کہ پیغمبر کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص وقت نکلنے کا مقرر کردیا گیا تھا وہ اس وقت مقررہ سے پہلے فریضہ دعوت کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اگر ذرا بھی غور و انصاف سے کام لیا جائے تو ثابت ہوجائے گا کہ قرآن وحدیث کا کوئی اشارہ ان مقدمات کی طرف نہیں پایا جاتا۔

خود قرآن کے ثبات میں اس بات کی وضاحت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ دنیا کی عام بستی والوں کے متعلق بطور اظہار افسوس یہ ارشاد ہے وہ ایسے کیوں نہ ہوں گے کہ ایمان اس وقت لے آتے جس وقت ایمان مقبول اور نافع ہوتا ہے یعنی عذاب میں یا موت میں مبتلا ہونے سے پہلے ایمان لے آتے تو ان کا ایمان قبول ہوجاتا مگر قوم یونس علیہ السلام اس سے مستثنیٰ ہے کہ وہ آثار عذاب دیکھ کر عذاب میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی ایمان لے آئی تو ان کا ایمان اور توبہ قبول ہوگئی۔

یہ واضح مفہوم خود بتارہا ہے کہ یہاں کوئی خدائی قانون نہیں توڑا گیا بلکہ عین خدائی دستور کے مطابق ان کا ایمان اور توبہ قبول کرلی گئی۔

اکثر مفسرین بحر محیط وقرطبی ودمشقی، مظہری وروح المعانی وغیرہ نے آیت کا یہی مفہوم لکھا ہے جس میں قوم یونس علیہ السلام کی توبہ قبول ہونا عام قانون الٰہی کے تحت ہے۔ چنانچہ قرطبی کے الفاظ کے مطابق۔

ابن جواد کہتے ہیں کہ عذاب نے ان کو اس طرح ڈھانپ لیا تھا۔ جیسے قبر پر چادر پھر چونکہ ان کی توبہ صحیح ہوگئی کہ یہ وقوع عذاب سے پہلے تھی تو ان کا عذاب اٹھالیا گیا۔

طبری کہتے ہیں کہ قوم یونس علیہ السلام کی تمام اقوام عالم سے یہ خصوصیت دی گئی ہے کہ معائنہ عذاب کے بعد ان کی توبہ قبول کرلی گئی۔

زجاد نے فرمایا کہ ان لوگوں پر ابھی عذاب پڑا نہیں تھا بلکہ علامات عذاب دیکھی تھیں اور اگر عذاب پڑ جاتا تو ان کی توبہ کبھی قبول نہ ہوتی۔

قرطبی کہتے ہیں کہ زجاد کا قول اچھا اور بہتر ہے چونکہ جس معائنہ عذاب کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی وہ یہ ہے کہ عذاب میں مبتلا ہوجائے جیسا واقعہ فرعون کے ساتھ پیش آیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم یونس علیہ السلام نے وقوع عذاب سے پہلے توبہ کرلی تھی قرطبی فرماتے ہیں کہ اس تقریر وتفسیر پر نہ کوئی اشکال ہے نہ تعرض نہ قوم یونس علیہ السلام کی تخصیص۔

طبری اور دیگر مفسرین نے بھی اس واقعہ کو قوم یونس علیہ السلام کی خصوصیت بتلایا ہے۔ ان میں سے بھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس خصوصیت کا سبب حضرت یونس علیہ السلام کی کوتاہیاں تھیں بلکہ اس قوم کا سچے دل سے توبہ کرنا اور علم الٰہی میں مخلص ہونا وغیرہ وجوہات لکھی ہیں۔

قوم یونس علیہ السلام کا عذاب ٹل جانا عام قانون قدرت کے خلاف ہی نہیں تھا بلکہ عین مطابق تھا تو اس کلام کی بنیاد ہی ختم ہوگئی۔

اس طرح کسی قرآنی اشارے سے یہ ثابت نہیں کہ عذاب کی وعید سنانے کے بعد حضرت یونس علیہ السلام بغیر اذن خداوندی اپنی قوم سے الگ ہوگئے بلکہ سیاق آیات اور تفسیری روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جیسا تمام سابق امتوں کے ساتھ معاملہ ہوتا آیا تھا کہ جب ان کی امت پر عذاب آنے کا فیصلہ کرلیا جاتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور ان کے ساتھیوں کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیتے تھے جیسا حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ بتصریح قرآن میں مذکورہ ہے اس طرح یہاں بھی جب اللہ کا یہ حکم حضرت یونس علیہ السلام کے ذریعہ ان لوگوں کو پہنچا دیا گیا کہ تین دن کے بعد عذاب آئے گا تو حضرت یونس علیہ السلام کا اس جگہ سے نکل جانا ظاہر یہی ہے کہ یہ باامر خداوندی ہوا تھا۔

مورخین کہتے ہیں کہ البتہ حضرت یونس علیہ السلام سے جو پیغمبرانہ شان کے اعتبار سے ایک لغزش ہوئی اور اس پر سورۃ انبیاء اور سورۃ صافات کی آیتوں میں عتاب کے الفاظ آئے اور اسی کے نتیجہ میں مچھلی

کے پیٹ میں رہنے کا واقعہ پیش آیا یہ نہیں کہ انہوں نے فریضۂ رسالت میں کوتاہی کردی تھی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اوپر مستند تفسیروں کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ جب یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کے حکم کے مطابق تین دن کے بعد عذاب آنے کی وعید سنائی اور پھر باذن الٰہی اپنی جگہ کو چھوڑ کر باہر چلے گئے اور بعد میں یہ ثابت ہوا کہ عذاب نہیں آیا تو اب حضرت یونس علیہ السلام کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ میں اپنی قوم میں واپس جاؤں گا تو جھوٹا قرار دیا جاؤں گا اور اس قوم کا یہ دستور تھا کہ جس کا جھوٹ ثابت ہوجائے اس کو قتل کردیں تو اب اپنی قوم کی طرف لوٹ کر جانے میں جان کا بھی اندیشہ تھا۔ ایسے وقت بجز اس کے کوئی راستہ نہ تھا کہ اب اس وطن سے ہی ہجرت کرجائیں۔

لیکن سنت انبیاء کی یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت نہ آجائے محض اپنی رائے سے ہجرت نہیں کرتے تو حضرت یونس علیہ السلام کی لغزش یہ تھی کہ اللہ کی اجازت آنے سے پہلے ہجرت کرکے کشتی پر سوار ہوگئے جو اگرچہ اپنی ذات میں کوئی گناہ نہیں تھا مگر سنت انبیاء سے مختلف تھا اگر آیات قرآن کے الفاظ میں غور کیا جائے تو حضرت یونس علیہ السلام کی لغزش فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہیں ہے بلکہ قوم کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے ہجرت قبل اذن کے سوا کچھ نہیں ثابت ہوگی۔

جس میں طبعی خوف کی بناء پر قوم سے جان بچا کر ہجرت کرنے کو

بطور عتاب سے اس شدید عنوان سے بیان فرمایا ہے۔ یہ سب فرائض رسالت کی مکمل ادائیگی کے بعد اس وقت پیش آیا جب کہ اپنی قوم میں واپس جانے سے جان کا خطرہ لاحق ہوگیا۔

لہٰذا مفسرین یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ دعوت رسالت میں کوئی کوتاہی سبب عتاب نہیں تھی بلکہ قبل از اجازت ہجرت کرنا سبب عتاب بنا تھا۔

☆☆☆

☆اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اس کو اپنی طرف سے بنا لائے ہاں، یہ اللہ کا کلام ہے جو کتابیں اس سے پہلے کی ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے اور انہی کتابوں کی اس میں ت ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے اور کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اس طرح کی ایک سورت بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلا سکو بلا بھی لو۔ (سورۃ یونس 10 آیت 37 سے 38)

بعض عقلیت کے مدعی حضرات یونس علیہ السلام کے مچھلی کے پیٹ میں چلے جانے پر اعتراضات کھڑے کرتے ہیں وہ یہ کہ حضرت یونس علیہ السلام جس کشتی میں سوار ہوئے وہ اپنی گنجائش سے زیادہ بھری ہوئی تھی۔

قرعہ اندازی کشتی میں ہوئی اور غالباً اس وقت ہوئی جب بحری سفر کے دوران یہ محسوس ہوا کہ بوجھ کی زیادتی کے سبب تمام مسافروں کی جان خطرے میں پڑ گئی ہے۔ لہٰذا قرعہ اس غرض کے لئے ڈالا گیا کہ جس کا نام قرعہ میں نکلے اسے پانی میں پھینک دیا جائے۔

قرعہ حضرت یونس علیہ السلام ہی کے نام نکلا اور وہ سمندر میں پھینک دیئے گئے اور ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا اور پھر اس ابتلاء میں حضرت یونس

علیہ السلام اس لئے مبتلا ہوئے کہ وہ اپنے آقا یعنیٰ خداوند قدوس کی اجازت کے بغیر اپنے مقام مبعوثیت سے فرار ہو گئے تھے۔اس پر حضرت یونس علیہ السلام نے بڑی عاجزی اور انکساری سے دعا مانگنی شروع کی کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر تو پاک ہے تیری ذات بے شک میں قصوروار ہوں اور پھر یہ کہ جب حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے قصور کا اعتراف کرلیا اور ایک بندۂ مومن کامل کی طرح اس کی تسبیح میں لگ گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مچھلی نے ان کو ساحل پر اگل دیا اور ساحل ایک چٹیل میدان تھا اس میں کوئی روئیدگی نہ تھی اور نہ کوئی ایسی چیز جو حضرت یونس علیہ السلام پر سایہ کرتی نہ وہاں غذا کا کوئی سامان موجود تھا۔

اس پر اعتراض کرتے ہوئے عقلیت کے دعویدار یہ کہتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں جا کر کسی انسان کا زندہ نکل آنا ناممکن ہے۔

لیکن جب ہم عالمی حالات و تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو انیسویں صدی کے اواخر میں ان نام نہاد عقلیت پسندوں کے منہ پر ایک طمانچہ مار کر رکھ دیا۔انیسویں صدی کے آخر میں عقلیت کے گڑھ انگلستان کے ساحل سے قریب ایک واقعہ پیش آیا جو عقلیت پسندوں کے دعویٰ کی تردید کرتا ہے۔اگست 1891ء میں ایک جہاز نام جس کا اسٹار آف دی ایسٹ تھا اس پر کچھ مچھیرے وہیل مچھلی کے شکار کے لئے گہرے سمندر میں چلے گئے۔

وہاں انہوں نے ایک بہت بڑی مچھلی کو جو 20 فٹ لمبی 5 فٹ

چوڑی اور 100 ٹن وزنی تھی کو سخت زخمی کر دیا مگر اس سے جنگ کرتے ہوئے اور اس کے ساتھ مڈھ بھیڑ میں ان کا ایک ساتھی نام جس کا جیمز باٹلے تھا، ان مچھیروں کے دیکھتے ہی دیکھتے ان کی موجودگی اور ان کی آنکھوں کے سامنے اس وہیل مچھلی نے نگل لیا۔

دوسرے روز اسی جہاز کے ان مچھیروں کو وہ وہیل مچھلی مری ہوئی مل گئی۔انہوں نے بڑی مشکل سے اسے جہاز پر چڑھایا اور پھر طویل جدوجہد کے بعد جب اس کا پیٹ چاک کیا تو ان کا ساتھی جیمز باٹلے اس کے اندر سے زندہ برآمد ہو گیا تھا۔یہ شخص مچھلی کے پیٹ میں پورے 60 گھنٹے رہا۔اب غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر معمولی حالات میں عام اور معمولی آدمی فطری طور پر اس مچھلی کے پیٹ میں 60 گھنٹے رہ سکتا ہے اور ایسا رہنا ممکن ہے تو غیر معمولی حالات میں جب اللہ معجزانہ انداز میں کسی بندے کو مچھلی کے پیٹ میں رکھے تو پھر ایسا ممکن کیوں نہیں ہے۔

پھر کمال کی بات یہ ہے کہ جب مچھلی نے آپ کو ساحل پر اگل دیا تو خداوند قدوس نے اپنے بندے کی حفاظت کا بھی خوب اہتمام کیا اور قرآن مقدس میں فرمایا کہ ہم نے اپنے بندے کے لئے شجرہ یقطین کا اہتمام کیا۔یقطین عربی زبان میں ایسے درخت کو کہتے ہیں جو کسی تنے پر کھڑا نہیں ہوتا مثلاً بیل کی شکل میں پھیلتا ہے جیسے کدو، تربوز و ککڑی وغیرہ، بہر حال وہاں کوئی ایسی بیل معجزانہ طور پر خداوند قدوس نے پیدا کر دی تھی جس کے پتے حضرت یونس پر سایہ کرتے اور جس کے پھل ان

کے لئے بیک وقت غذا کا کام بھی دیتے اور پانی کا بھی۔

اور پھر جب آپ بھلے چنگے ہو گئے تو خداوند قدوس نے فرمایا کہ ہم نے پھر ان لوگوں کی طرف بھجوایا جو ایک لاکھ یا اس سے زائد تھے اور وہ ایمان لائے اور ہم نے ایک خاص وقت تک انہیں باقی رکھا۔

ایک لاکھ یا اس سے زائد کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی تعداد میں شک تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ان کی بستی کو دیکھتا تو یہ اندازہ کرتا کہ اس شہر کی آبادی ایک لاکھ سے زائد ہی ہوگی کم نہ ہوگی۔ اغلب یہ ہے کہ یہ وہی بستی تھی جس کو چھوڑ کر حضرت یونس علیہ السلام بھاگے تھے۔ ان کے جانے کے بعد عذاب آتا دیکھ کر جو ایمان اس بستی کے لوگ لے آئے تھے۔ اس کی حیثیت صرف توبہ کی تھی۔ جسے قبول کر کے عذاب ان پر سے ہٹا دیا گیا تھا۔ اب حضرت یونس علیہ السلام دوبارہ ان کی طرف بھیجے گئے تاکہ وہ نبی پر ایمان لا کر اللہ کی خوشی حاصل کریں۔

اس قصہ سے متعلق مؤرخین نے حضرت یونس علیہ السلام کے اپنی قوم سے نکل کر چلے جانے پر مختلف انداز میں خیال آرائی کی ہے۔

مشہور مفسر قتادہ کہتے ہیں۔

''کوئی بستی ایسی نہیں گزری جو کفر کر چکی ہو اور عذاب آ جانے کے بعد ایمان لائی ہو اور پھر اسے چھوڑ دیا گیا ہو۔ اس سے صرف قوم یونس علیہ السلام مستثنیٰ ہے انہوں نے جب اپنے نبی کو تلاش کیا اور نہ پایا اور

محسوس کیا کہ عذاب قریب آ گیا ہے تو اللہ نے ان کے دلوں میں توبہ ڈال دی۔''

علامہ الوسی فرماتے ہیں:

''اس قوم کا قصہ یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام موصل کے علاقے میں نینوا کے لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یہ کافر و مشرک لوگ تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو اللہ واحد لاشریک پر ایمان لانے اور بتوں کی پرستش چھوڑنے کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کیا اور جھٹلایا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو خبر دی کہ تیسرے دن ان پر عذاب آئے گا اور تیسرا دن آنے سے پہلے آدھی رات کو وہ بستی سے نکل گئے۔ پھر دن کے وقت جب عذاب اس قوم کے سروں پر آن پہنچا تو انہیں یقین ہو گیا کہ سب ہلاک ہو جائیں گے تو انہوں نے اپنے نبی کو تلاش کیا مگر نہ پایا آخر وہ سب اپنے بچوں اور جانوروں کو لے کر صحرا میں نکل آئے اور ایمان و توبہ کا اظہار کیا پھر اللہ نے ان پر رحم کیا اور ان کی دعا قبول کر لی۔''

علامہ الوسی مزید فرماتے ہیں۔

''حضرت یونس علیہ السلام کا اپنی قوم سے ناراض ہو کر نکل جانا ہجرت کا فعل تھا پر انہیں اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور پھر حضرت یونس علیہ السلام نے خود اپنی دعا میں کہا۔ ''میں قصوروار تھا کہ انبیاء کے طریقہ کے خلاف حکم آنے سے پہلے ہجرت کرنے میں جلدی کر بیٹھا۔'' یہ حضرت

یونس علیہ السلام سے اپنے قصور کا اعتراف اور توبہ کا اظہار تھا تا کہ اللہ ان کی اس مصیبت کو دور فرما دے۔

مولانا اشرف علی تھانوی اس سلسلہ میں کہتے ہیں کہ وہ اپنی قوم پر جبکہ وہ ایمان نہ لائی خفا ہو کر چل دیئے اور قوم پر سے عذاب ٹل جانے کے بعد بھی خود واپس نہ آئے اور اس سفر کے لئے حکم کا انتظار نہ کیا۔

اسی سلسلہ میں مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں:۔

''قوم کی حرکات سے خفا ہو کر غصہ سے بھرے ہوئے شہر سے نکل گئے حکم الٰہی کا انتظار نہ کیا اور وعدہ کر گئے کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب آئے گا اور پھر اپنی خطا کا اعتراف کیا کہ بے شک میں نے جلدی کی کہ تیرے حکم کا انتظار کئے بغیر بستی والوں کو چھوڑ کر نکل کھڑا ہوا۔''

امام رازی لکھتے ہیں کہ حضرت یونس کا قصور یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس قوم کو جس نے انہیں جھٹلایا تھا۔ ہلاک کرنے کا وعدہ فرمایا یہ سمجھے کہ یہ عذاب لامحالہ نازل ہونے والا ہے اس لئے انہوں نے صبر نہ کیا اور قوم کو دعوت دینے کا کام چھوڑ کر نکل گئے۔ حالانکہ ان پر واجب تھا کہ دعوت کا کام برابر جاری رکھتے دوسرے اس امر کا امکان باقی تھا کہ اللہ ان لوگوں کو ہلاک نہ کرے۔

مفسرین یہ بھی لکھتے ہیں کہ قرآن میں ایسے واقعات بیان کرنے کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ لوگوں کو ذہن نشین کرایا جائے کہ سارے نبی محض بندے اور انسان ہی تھے۔ الوہیت کا ان میں شائبہ تک نہ تھا۔ دوسروں کو

اولاد بخشنے والے نہ تھے بلکہ خود اللہ کے آگے اولاد کے لئے ہاتھ پھیلانے والے تھے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ ایک نبی اولوالعزم ہونے کے باوجود جب ان سے قصور سرزد ہوا تو انہیں پکڑ لیا گیا۔

اور جب وہ اپنے رب کے آگے جھک گئے تو ان پر فضل بھی ایسا کیا گیا کہ مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکال لئے گئے۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ بھی ذکر کیا گیا کہ نبی مبتلائے مصیبت ہونا کوئی نرالی بات نہیں ہے اور جب نبی بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ ہی کے آگے شفا کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے اور اسی سے مدد اور اعانت طلب کرتا ہے۔ وہ دوسروں کو شفاء دینے والا نہیں اللہ سے شفا مانگنے والا ہوتا ہے پھر ان سب باتوں کے ساتھ ایک یہ حقیقت بھی ذہن نشین کرنی مقصود ہے کہ یہ سارے انبیاء توحید کے قائل تھے اور اپنی حاجات ایک اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہ لے جاتے تھے۔ دوسری طرف یہ بھی جتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ غیر معمولی طور پر اپنے نبیوں کی مدد کرتا رہا ہے۔ آغاز میں خواہ کیسی ہی آزمائشوں سے ان کو سابقہ پیش آیا ہو مگر آخر کار ان کی دعائیں معجزانہ شان کے ساتھ پوری ہوئیں۔ محققین یہ بھی لکھتے ہیں کہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔ ''جس طرح ہم نے یونس کو غم اور مصیبت سے نجات دی اسی طرح ہم مومنین کے ساتھ یہی معاملہ کرتے ہیں جب وہ صدق و اخلاص کے ساتھ ہماری طرح متوجہ ہوں اور ہم سے پناہ مانگیں۔''

حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یونس کی وہ دعا جو انہوں نے بطن ماہی کے اندر کی تھی یعنی تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں تو پاک ہے اور میں ہی ظالموں میں سے ہوں جو مسلمان اپنے کسی مقصد کے لئے ان کلمات کے ساتھ دعا کرے گا مالک القدس اسے قبول فرمائیں گے۔''

اس کے علاوہ مالک القدوس نے حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ سورۃ یونس، سورۃ انبیاء، سورۃ صافات اور سورۃ القلم میں ذکر فرمایا کہیں ان کا اصل نام لے کر ذکر فرمایا کہیں صاحب الحوت کے القاب سے ذکر کیا گیا ہے۔ نون اور حوت کے معنی مچھلی کے ہیں۔ صاحب الحوت کا ترجمہ ہے مچھلی والا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو بتقدیر الٰہی چند روز بطن ماہی میں رہنے کا واقعہ پیش آیا تھا۔ لہٰذا اسی کی مناسبت سے انہیں صاحب الحوت بھی کہا جانے لگا اور پھر قرآن مقدس میں مچھلی کے پیٹ سے نجات کے بعد جو فرمایا کہ ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تو اس سے مفسرین اور علما جو مختلف آراء کا اظہار کرتے ہیں یہ جملہ چونکہ مچھلی کے واقعہ کے بعد پیش آیا اس لئے اس سے بعض مفسرین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی بعثت اس واقعہ کے بعد ہوئی اور علامہ بغوی نے یہاں تک فرمادیا کہ اس آیت میں نینوا کی طرف بعثت کا ذکر نہیں ہے بلکہ مچھلی کے واقعہ کے بعد انہیں ایک دوسری امت کی طرف بھیجا گیا جس کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔

لیکن مفسرین کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ قرآن کریم اور روایات سے

ان کے اس قول کی تائید نہیں ہوتی۔ یہاں حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کے شروع ہی میں آپ کی رسالت کا تذکرہ ثابت کر رہا ہے کہ مچھلی کا واقعہ رسول بننے کے بعد پیش آیا اس کے بعد یہاں اس جملہ کو دوبارہ اس لئے لایا گیا کہ حضرت یونس علیہ السلام کی تندرستی کے بعد انہیں دوبارہ نہیں بھیجا گیا یہاں یہ واضح بھی کر دیا گیا کہ وہ لوگ معدودے چند افراد نہیں تھے بلکہ ان کی تعداد ایک لاکھ سے بھی اوپر تھی۔

اور یہ جو قوم یونس علیہ السلام کے اوپر سے عذاب ٹل گیا تو اس سے متعلق مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت سے یہ بھی بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر سے جو عذاب ٹالا گیا وہ اس لئے کہ آپ کی قوم بروقت ایمان لے آئی تھی۔ چنانچہ یہی مفسرین کہتے ہیں کہ پنجاب کے جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی کی اس تلبیس کا خاتمہ ہو جاتا ہے جب اس نے اپنے مخالفوں کو یہ چیلنج کیا کہ اگر وہ اس طرح مخالفت کرتے رہے تو خدا کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ فلاں وقت تک عذاب الٰہی آ جائے گا۔

لیکن جب مخالفین کی جدوجہد اور تیز ہوگئی پھر بھی عذاب نہ آیا تب ناکامی کی ذلت سے بچنے کے لئے مرزا قادیانی نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ چونکہ مخالفین دل میں ڈر گئے ہیں اس لئے ان پر عذاب ٹل گیا ہے۔ جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر سے عذاب ٹل گیا تھا۔

لیکن قرآن مقدس کی یہ آیت اس تاویل باطل کو مردہ قرار دیتی ہے

اس لئے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم تو ایمان کی وجہ سے عذاب سے بچ گئی تھی۔ اس کے برعکس! مرزا قادیانی کے مخالفین نہ صرف یہ کہ ایمان نہیں لائے بلکہ ان کی مخالفانہ جدوجہد اور تیز ہو گئی تھی۔

مفسرین مزید لکھتے ہیں کہ اس بناء پر قرآن وحدیث کی شہادت میں قادیانیوں کے اس حیلہ کو مردود قرار دیتی ہے اس لئے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے تو عذاب آنے سے قبل ہی علی الاعلان ایمان قبول کر لیا تھا اور حضرت یونس علیہ السلام کو پیغمبر صادق مان کر ان کی جستجو شروع کردی اور ان کے واپس آنے پر ان کی پیروی کو دین وایمان بنا لیا مگر قادیانی حریفوں میں نہ صرف مخالفت باقی رہ گئی بلکہ قادیانی مشن کے خلاف جدوجہد کو اور تیز کر دیا۔ لہٰذا قادیانی کا اپنے جھوٹے دعوے کے لئے حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ سے دلیل لانا اور اس کی آڑ لے کر کذب بیانی کو چھپانا بے سود کوشش اور قیاس آرائی ہے۔

اگر بالفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے کہ قادیانی کے مخالف دل میں ڈر گئے تھے تو کیا جو شخص دل میں کسی کی صداقت کا یقین رکھتا ہو مگر اپنے قول و عمل سے اس کا انکار کرتا رہے تو کیا مومن کہلایا جا سکتا ہے اگر ایسا ہوتا تو جن یہود کے متعلق قرآن نے اعلان کیا یعنی وہ حضورؐ کے پیغمبر ہونے کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کے اولاد ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ وہ مومن کیوں نہ کہلائے؟

مزید لکھتے ہیں کہ کیا حضرت یونس علیہ السلام کی صداقت اور مرزا

قادیانی کی کذب بیانی کے درمیان یہ نمایاں فرق کافی نہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام جب اور متمرد اور سرکش چھوڑ گئے تھے ان کو مومن صادق مطیع اور فرمانبردار اور اپنی آواز پر ان کو انتہائی مسرور پایا مگر قادیانی نے یہ دیکھا کہ اس کے چیلنج کے بعد مخالف تحریر اور تقریر اور عملی زندگی میں پہلے سے زیادہ مخالف ہو گئے ہیں اور مزید برآں یہ کہ ان میں سے بعض بہت سے بصد عزت واحترام زندہ رہے اور خود مرزا قادیانی ایسے مرض میں مبتلا ہو کر کہ جو بعض قوموں کے لئے عذاب کی شکل میں نمودار ہوتا ہے عرصہ ہوا دنیا چھوڑ چکا ہے۔

کشتی میں جو قرعہ اندازی کی گئی تو اس سے متعلق مفسرین لکھتے ہیں کہ قرعہ اندازی کے ذریعہ نہ کسی کا حق ثابت کیا جا سکتا ہے نہ کسی کو مجرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً قرعہ کے ذریعہ کسی کو چور بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے اس طرح دو آدمیوں میں اگر یہ اختلاف ہو کہ فلاں جائیداد کس کی ملکیت ہے تو قرعہ کے ذریعہ اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔

ہاں! قرعہ اندازی اس موقع پر جائز بلکہ بہتر ہے جہاں ایک شخص کو شرعاً میں مکمل اختیار حاصل ہو کہ وہ چند جائز راستوں میں سے کسی بھی راستے کو اختیار کر لے اب وہ اپنی مرضی سے کوئی راستہ متعین کرنے کے بجائے قرعہ ڈال کر فیصلہ کرے مثلاً ایک شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اسے سفر پر جاتے ہوئے یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جس بیوی کو چاہے ساتھ لے جائے۔ اب وہ اپنی مرضی سے ایسا کرنے کے بجائے

قرعہ اندازی کر لے تو بہتر ہے تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سلسلہ میں یہی معمول تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ میں قرعہ اندازی میں کسی کو مجرم ثابت کرنا مقصود نہیں تھا بلکہ پوری کشتی کو بچانے کے لئے کسی کو بھی دریا میں ڈالا جا سکتا تھا۔ قرعہ کے ذریعہ صرف اس کا تعین کیا گیا تھا۔

بہرحال مچھلی کے پیٹ سے نجات پانے کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کو اب دوبارہ حکم ہوا کہ وہ نینوا جائیں اور قوم میں رہ کر ان کی رہنمائی فرمائیں تا کہ خدا کی یہ کثیر مخلوق ان کے فیض سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے اس حکم کا اتباع کرتے ہوئے واپسی کا رخ کیا۔ نینوا میں واپس تشریف لے گئے۔ پھر قوم نے جب ان کو دیکھا تو بے حد مسرت اور خوشی کا اظہار کیا اور ان کی راہنمائی میں دین و دنیا کی کامرانی حاصل کرتی رہی۔

حضرت یونس علیہ السلام دوبارہ اپنی قوم کی طرف گئے قوم آپ پر ایمان لے آئی اور مومن کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگی۔ یہاں کچھ لوگ یہ شبہہ پیدا کرتے ہیں وہ یہ کہ اگر باشندگان نینوا نے ایمان قبول کر لیا تھا تو پھر خدا کے ان مقبول بندوں کی نسلیں آج بھی پھلتی پھولتی نظر آنی چاہئیں تھیں۔

مگر تاریخ بتاتی ہے کہ وہ قوم اور ان کا تمدن دنیا سے اس طرح فنا ہو گیا جس طرح عذاب الٰہی سے ہلاک شدہ قوموں کا حتیٰ کہ نینوا جیسا

عظیم الشان اور تاریخی شہر جو آشوری تمدن کا مرکز تھا اس دنیا سے اس طرح مٹ گیا کہ آج تاریخ میں اس کا صحیح جائے وقوع تک بے نشان اور نامعلوم ہو گیا ہے۔

لہٰذا قرآن عزیز نے اس شبہہ کا جواب پہلے ہی دے دیا تا کہ شبہہ کرنے والے کی نگاہ فوراً ہی تاریخ کے دوسرے ورق پر پڑ جائے یہ درست ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم ان کے زمانے میں مومن عادل اور پاک باز ہو گئی تھی لیکن ان کی حیات طیبہ کا یہ دور زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہا اور کچھ عرصہ کے بعد ان میں کفر و شرک، ظلم و سرکشی کا وہ تمام مواد پھر جمع ہو گیا جس کے لئے حضرت یونس علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور اس زمانہ کے اسرائیلی نبی ناحومؑ نے اگرچہ ان کو بہت سمجھا اور ہدایت و رشد کی راہ دکھائی مگر اس مرتبہ گزشتہ قوموں کی طرح انہوں نے بھی سرکشی اور بغاوت کو زندگی کا نصب العین بنا لیا تب وحی الٰہی کی روشنی میں اللہ کے نبی ناحومؑ نے نینوا کی تباہی کی خبر دی اور ان کی پیش گوئی کے 70 برس کے اندر آشوری قوم کا تمدن اور ان کا مرکزی شہر سب بابلیوں کے ہاتھوں اسی طرح فنا ہو گیا کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا۔

چنانچہ اس واقعہ سے یہ بھی عبرت حاصل ہوتی ہے کہ قرآن عزیز میں ایک جانب قوم یونس علیہ السلام کے ایمان لے آنے پر ان کی مدحت کی اور ان کو سراہا۔ دوسری جانب یہ بھی اشارہ کر دیا کہ جن افراد نے نیکی اختیار کی ان کو ہم نے بھی سروسامان زندگی سے نفع اٹھانے کا موقع دیا یعنی

عذاب سے بچالیا لیکن قوم یونس کی یہ حالت ہمیشہ نہ رہی اور ایک زمانہ وہ آیا کہ انہوں نے پھر ظلم وستم اور کفر وشرک کو اپنا لیا اور گزشتہ سرکش قوموں کی طرح سمجھانے کے باوجود بھی راہ راست پر نہ آئے تب اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ وہی کیا جو حکم الٰہی کے مطابق ایسی قوموں کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے۔

☆☆☆

☆ (اے پیغمبرؐ) کہہ دو کہ لوگو اگر تم کو میرے دین میں کسی طرح کا شک ہو تو سن رکھو کہ جن لوگوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، میں ان کی عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے۔ اور مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ ایمان لانے والوں میں ہوں اور یہ کہ اے محمد سب سے یکسو ہو کر دین اسلام کی پیروی کیے جاؤ اور مشرکوں میں ہرگز نہ ہونا۔

(سورۃ یونس 10 آیت 104 سے 105)

توریت میں حضرت یونس علیہ السلام کو یوناہ کے نام سے پکارا گیا اور توریت کے اندر جو آپ کے واقعات دیئے گئے ہیں وہ کسی حد تک قرآن مجید سے مطابقت رکھتے ہیں لیکن کچھ توریت کے بار بار طبع وختم ہونے اور بار بار اپنی طرف سے لکھ لینے کی بناء پر ان میں کافی حد تک تبدیلی اور فرق ڈال دیا گیا۔

حضرت یونس علیہ السلام سے متعلق توریت کہتی ہے کہ:

خداوند کا کلام یوناہ بن متی پر نازل ہوا کہ اس بڑے شہر نینوا کو جا اور اس کے خلاف منادی کر چونکہ اس کی شرارت میرے حضور پہنچی ہے لیکن یوناہ خداوند کے حضور سے ترسیس کے علاقے کو بھاگا اور یافہ میں پہنچا اور

وہاں سے اسے ترسیس کو جانے والا جہاز ملا اور وہ کرایہ دے کر اس میں سوار ہوا تا کہ خداوند کے حضور سے ترسیس کو اہل جہاز کے ساتھ جائے لیکن خداوند نے سمندر میں بڑی آندھی بھیجی سمندر میں سخت طوفان برپا ہوا اور اندیشہ تھا کہ جہاز تباہ ہو جائے گا تب ملاح ہراساں ہوئے اور ہر ایک نے اپنے دیوتا کو پکارا اور وہ اجناس جو جہاز میں تھیں وہ سمندر میں ڈال دیں تا کہ اسے ہلکا کریں لیکن یوناہ جہاز کے اندر پڑا سویا رہا تب ناخدا اس کے پاس جا کر کہنے لگے۔

''تو پڑا سو رہا ہے اٹھ اپنے معبود کو پکار شاید وہ ہم کو یاد کرے اور ہم ہلاک نہ ہوں۔'' اور انہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ ہم قرعہ ڈال کر دیکھیں یہ آفت ہم پر کس بات سے آئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے قرعہ ڈالا اور یوناہ کا نام نکلا تب انہوں نے اس سے کہا کہ تو ہم کو بتا کہ یہ آفت ہم پر کس سبب سے آئی ہے؟ تیرا وطن کہاں ہے اور تو کس قوم کا ہے؟'' اس نے ان سے کہا۔

''میں عبرانی ہوں اور مالک آسمان اور خدائے بحر و بر کے خالق سے ڈرتا ہوں۔'' تب وہ خوف زدہ ہو کر اس سے کہنے لگے تو نے یہ کیا کیا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ مالک القدوس کے حضور سے بھاگا ہے اس لئے کہ اس نے خود ان سے کہا تھا۔

تب انہوں نے اس سے پوچھا ہم تیرے ساتھ کیا کریں کہ سمندر ہمارے لئے ساکن ہو جائے کیونکہ سمندر زیادہ طوفانی ہوتا جارہا ہے تب

اس نے ان سے کہا کہ مجھ کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دو تو تمہارے لئے سمندر ساکن ہو جائے گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ بڑا طوفان تم پر میرے ہی سبب سے آیا ہے۔

تو ان ملاحوں نے بڑی کوشش کر کے محنت کی کہ کنارے پہنچیں لیکن نہ پہنچ سکے چونکہ سمندر ان کے خلاف اور بھی زیادہ موجزن ہوتا جارہا تھا تب انہوں نے مالک القدوس کے حضور گڑگڑا کر کہا کہ اے خداوند ہم تیری منت کرتے ہیں کہ ہم اس آدمی کی جان کے سبب سے ہلاک نہ ہوں اور تو خون ناحق کو ہماری گردن پر نہ ڈالے اے خدا تو نے جو چاہا سو کیا اور انہوں نے یوناہ کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔

سمندر کا تلاطم موقوف ہو گیا تب وہ خدا سے بہت ڈر گئے اور انہوں نے خدا کے حضور قربانی گزاری اور نذریں مانیں لیکن خدا نے ایک بڑی مچھلی مقرر کر رکھی تھی کہ یوناہ کو نگل جائے۔ یوناہ تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہا تب یوناہ نے مچھلی کے پیٹ سے اپنے خدا سے دعا کی۔

میں نے مصیبت میں خدا سے دعا کی کہ اس نے میری سنی تو نے پاتال کی تہہ سے رہائی دی تو نے میری فریاد سنی تو نے مجھے گہرے سمندر کی تہہ میں پھینک دیا اور سیلاب نے مجھے گھیر لیا۔ تیری سب موجیں اور لہریں مجھ سے گزر گئیں اور میں سمجھا کہ تیرے حضور سے دور ہو گیا ہوں لیکن میں پھر تیری مقدس ہیکل کو دیکھوں گا۔

سیلاب نے میری جان کا محاصرہ کیا سمندر میرے چاروں طرف تھا

بحری نباتات میرے سر پر لپٹ گئیں، میں پہاڑوں کی تہہ تک غرق ہو گیا اے خدا تو نے میری جان مصیبت سے بچائی جب میرا دل بیتاب ہوا تو میں نے تجھ کو یاد کیا اور میری وہ دعا تیرے مقدس ہیکل میں تیرے حضور پہنچی جو لوگ جھوٹے معبودوں کو مانتے ہیں وہ شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں میں حمد کرتا ہوں تیرے حضور قربانی گزاروں گا میں اپنی نذریں ادا کروں گا نجات خدا کی طرف سے ہے خدا نے مچھلی کو حکم دیا اور اس نے یوناہ کو خشکی پر اگل دیا۔

اور خدا کا کلام دوسری بار یوناہ پر نازل ہوا، اٹھ اس بڑے شہر نینوا کو جا، وہاں اس بات کی منادی کر جس کا میں تجھے حکم دیتا ہوں تب یوناہ خدا کے حکم کے مطابق اٹھ کر نینوا گیا اور نینوا بہت بڑا شہر تھا اس کی مسافت تین دن کی تھی یوناہ شہر میں داخل ہوا اور ایک دن اس نے منادی کی اور کہا چالیس روز کے بعد نینوا برباد ہو جائے گا۔

تب نینوا کے باشندوں نے خواب پر ایمان لا کر روزہ کی منادی کی اور ادنیٰ اعلیٰ سب نے ٹاٹ اوڑھا اور یہ خبر نینوا کے بادشاہ کو پہنچی اور وہ اپنے تخت پر سے اٹھا اور بادشاہی لباس اتار کر ٹاٹ اوڑھ کر راکھ پر بیٹھ گیا بادشاہ اور اس کے ارکان دولت کے فرمان سے نینوا میں یہ اعلان کیا گیا اس بات کی منادی ہوئی کہ کوئی انسان یا حیوان غلہ اور کچھ نہ چکھے اور نہ کھائے لیکن انسان اور حیوان ٹاٹ اوڑھے ہوئے ہوں اور خدا کے حضور گریہ گزاری کریں بلکہ ہر شخص اپنی بری روش اور اپنے ہاتھ کے ظلم سے

باز آئے شاید خدا رحم کرے اور اپنے ارادے بدلے اور اپنے قہر شدید سے باز آئے اور ہم برباد نہ ہوں۔

جب خدا نے ان کی یہ حالت دیکھی کہ وہ اپنی بری روش سے باز آئے ہیں تو اس عذاب سے جو ان پر نازل کرنے کو کہا تھا باز آیا اور اسے نازل نہ کیا لیکن یوناہ اس سے نہایت ناخوش ہوا ناراض ہوا اور اس نے خدا سے یوں دعا کی۔

اے خدا جب میں اپنے وطن ہی میں تھا اور ترسیس کو بھاگنے والا تھا کیا میں یہ نہ جانتا تھا کہ تو رحیم و کریم خدا ہے جو قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے عذاب نازل کرنے سے باز رہتا ہے، اب اے خدا میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان لے لے کیوں کہ میرے اس جینے سے مرجانا بہتر ہے۔ تب خدا نے فرمایا کیا تو ایسا ناراض ہے۔

اور یوناہ شہر سے باہر مشرق کی جانب جا بیٹھا اور وہاں اپنے لئے چھپر بنا کر اس کے سائے میں بیٹھا رہا کہ دیکھے شہر کا کیا حال ہوتا ہے تب خداوند نے کدو کی بیل اگائی اور اسے یوناہ کے اوپر پھیلا دیا کہ اس کے سر پر سایہ ہو اور وہ تکلیف سے بچے یوناہ اس بیل کے سبب سے بے پناہ خوش ہوا اور دوسرے دن صبح کے وقت خدا نے ایک کیڑا بھیجا جس نے اس بیل کو کاٹ ڈالا اور وہ سوکھ گئی۔

اور جب آفتاب بلند ہوا تو خدا نے مشرق سے لو چلائی آفتاب کی گرمی نے یوناہ کے سر پر اثر کیا اور وہ بے تاب ہو گیا اور موت کا آرزومند

ہو کر رونے لگا۔ میرے اس جینے سے مر جانا بہتر ہے۔

اور خدا نے یوناہ سے فرمایا کہ تو اس بیل کے سبب ایسا ناراض ہے اس نے کہا میں یہاں تک ناراض ہوں کہ مر جانا چاہتا ہوں۔

تب خداوند نے فرمایا تجھے اس بیل کا اتنا خیال ہے جس کے لئے تو نے نہ کوئی محنت کی اور نہ اسے اگایا جو ایک ہی رات میں اگی اور ایک ہی رات میں سوکھ گئی اور کیا مجھے لازم نہ تھا کہ میں اتنے بڑے شہر نینوا کا خیال کروں جس میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ لوگ رہتے ہیں۔ جو اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ میں امتیاز نہیں کر سکتے اور بے شمار مویشی ہیں۔

مفسرین یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ بائبل میں یوناہ کے نام سے جو مختصر سا صحیفہ ہے اس میں کچھ تفصیل تو ملتی ہے مگر وہ قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ اول تو وہ آسمانی صحیفہ ہے نہیں نہ خود حضرت یونس کا لکھا ہوا ہے بلکہ ان کے چار پانچ سو برس بعد کسی نامعلوم شخص نے اسے تاریخ یونس کے طور پر لکھ کر مجموعہ کتب مقدسہ میں شامل کر دیا ہے۔

دوسرے اس میں بعض صریح محملات بھی پائے جاتے ہیں۔ جو ماننے کے قابل نہیں ہیں تاہم قرآن کے اشارات اور صحیفہ یونس کی تفصیل پر غور کرنے سے وہی بات صحیح معلوم ہوتی ہے جو مفسرین قرآن نے بیان کی ہے کہ حضرت یونس کیونکہ عذاب کی اطلاع دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس لئے جب آثار عذاب دیکھ کر آشوریوں نے توبہ استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف

کر دیا۔

قرآن مجید میں خدائی دستور کے جو اصول اور کلیات بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک مستقل دفع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر اپنی حجت پوری نہیں کر لیتا پس جب نبی نے اس قوم کی مہلت کے آخری لمحے تک نصیحت کا سلسلہ جاری نہ رکھا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود وہ حجت کر گیا۔ اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا کیونکہ اس پر اتمام حجت کی قانونی شرائط پوری نہیں ہوتی تھیں اس کے ساتھ ہی مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ یقین کے ساتھ تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ قوم اپنی کن خاص وجوہات کی بناء پر خدا کے اس قانون سے مستثنیٰ کی گئی کہ عذاب کا فیصلہ ہو جانے کے بعد کسی کا ایمان اس کے لئے نافع نہیں ہوتا۔

حضرت یونس سے متعلق شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ حضرت یونس کی وفات اسی شہر میں ہوئی جس کی جانب وہ مبعوث ہوئے تھے یعنی نینوا میں اور وہیں ان کی قبر تھی۔

اور عبدالوہاب نجار کہتے ہیں کہ فلسطین کے علاقے میں جو مشہور شہر خلیل ہے اس کے قریب ہی ایک بستی حلحول کے نام سے مشہور ہے اس میں ایک قبر ہے جس کو حضرت یونس کی قبر بتایا جاتا ہے اور اس قبر کے قریب دوسری قبر ہے اور اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت یونس کے والد متی کی قبر ہے لیکن جمہور مفسرین کے مطابق صحیح یہی ہے کہ حضرت

یونس نینوا ہی میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے اور تمام مفسرین اور محققین اس پر متفق ہیں کہ حضرت یونس دوبارہ نینوا واپس تشریف لے گئے اور انہوں نے اپنی قوم کے اندر ہی زندگی گزاری لہٰذا قرین قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا انتقال نینوا ہی میں ہوا اور وہیں ان کی قبر ہوگی جو نینوا کی تباہی کے بعد نامعلوم ہوگئی اور بعد میں خوش اعتقادی کے نقطہ نظر سے حلول کے غیر معروف دو قبروں کو حضرت یونس اور ان کے والد متی کی قبر بنادیا گیا۔ آج بھی بعض مشاہیر اولیاء اللہ کے نام سے ایک بزرگ کی متعدد مقامات پر قبریں موجود ہیں اور ایسا تو کثرت سے ہے کہ غیر معلوم بزرگوں کے نام سے بہت سی قبروں کو غلط منسوب کرکے اپنی دنیاوی اغراض کو پورا کیا جاتا ہے۔

احادیث صحیحہ میں حضور نے حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان کی عظمت اور فضیلت کا خصوصیت کے ساتھ اظہار فرمایا چنانچہ بخاری میں منقول ہے۔

حضور نے فرمایا۔ ”تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ میں بہتر ہوں یونس بن متی سے۔“

حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی سامان فروخت کررہا تھا کہ کسی شخص نے کچھ خرید کر جو قیمت دینا چاہی وہ اس کی مرضی کے خلاف تھی وہ کہنے لگا قسم بخدا جس نے موسیٰ کو افضل بشر بنایا میں اس قیمت پر اپنی چیز کو فروخت نہیں کروں گا۔

ایک انصاری نے یہ سنا تو غصے میں یہودی کے ایک طمانچہ رسید کردیا اور کہا تو ایسی بات کہتا ہے حالانکہ ہمارے درمیان ہمارے نبی موجود ہیں۔

یہودی فوراً دربار رسالت میں حاضر ہوا اور فریاد کرنے لگا۔

اے ابو القاسم جبکہ میں آپ کے عہد اور ذمہ میں ہوں تو اس انصاری نے میرے منہ پر طمانچہ کس لئے مارا۔

حضور نے انصاری سے وجہ دریافت فرمائی اور جب انصاری نے واقعہ سنایا تو چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا اور فرمایا۔

انبیاء کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو اس لئے کہ جب اول صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان کے درمیان جو بھی جاندار ہیں وہ سب بے ہوش ہوجائیں گے مگر جن کو خدا مستثنیٰ کردے اس کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے جو شخص ہوش میں آئے گا وہ میں ہوں گا مگر میں جب غشی سے بیدار ہونگا تو دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کے سہارے کھڑے ہیں اب میں نہیں کہہ سکتا کہ آیا کہ ان کی غشی کا معاملہ طور کے واقعے میں منسوب ہوگیا کہ وہ غشی سے محفوظ رہے یا وہ مجھ سے بھی پہلے ہوش میں آگئے اور میں نہیں کہتا کہ کوئی نبی بھی یونس بن متی سے افضل ہے۔“

ان روایات میں خصوصیت کے ساتھ حضرت یونس کا جو ذکر آیا ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے یہ اس لئے کہ جو شخص حضرت یونس کے

واقعات کا مطالعہ کرے اس کے دل میں ان کی ذات اقدس کے متعلق کوئی بھی تنقیص کا پہلو ہرگز پیدا نہ ہونے پائے لٰہذا یہ ذرائع کے پیش نظر آپ نے ان کی عظمت اور شان کو اس طرح نمایاں کرنا ضروری سمجھا۔

مگر اس مقام پر یہ مسئلہ ضرور حل طلب آ جاتا ہے کہ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ کی فضیلت سے متعلق آپ ﷺ نے جو تفصیل فرمائی اور پھر انبیاء کے مابین تفصیل کو منع فرما دیا تو اس کی حقیقت کیا ہے۔

مسئلہ زیر بحث کو زیادہ نمایاں کرنے کے لئے یوں سمجھنا چاہئے کہ ایک جانب قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ یہ رسول ہیں اور ہم نے ان سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل میں باہم افضل اور مفضول کی نسبت قائم کی ہے اور باہم ایک ودیگر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بغیر کسی فخر و مباہات کے کہتا ہوں کہ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔ دوسری جانب آپ پھر ارشاد فرما رہے ہیں کہ انبیاء کے درمیان افضل و مفضول کے درجات قائم کرو اور نہ ایک کو دوسرے پر فضیلت دو اور نہ مجھ کو یونس بن متی اور موسیٰ پر فضیلت دو تو ان نصوص قرآنی اور حدیث کے درمیان کس طرح مطابقت ہو سکتی ہے اس مسئلے کے حل میں محدثین اور مصارحین حدیث سے متعدد اقوال منقول ہیں۔ مثلاً ان دونوں مضامین کے درمیان تطبیق کی شکل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد قرآنی جس میں انبیاء کے باہم

دیگر فضیلت یا ذات اقدس کو کسی نبی پر فضیلت کی ممانعات مذکور ہے۔ اس زمانے کے ارشاد ہیں جب سورہ بقر کی اس آیت کا نزول نہیں ہوا تھا اور نہ آپ ﷺ کو فضائل انبیاء خصوصاً تمام انبیاء پر اپنی فضیلت کا ہنوز علم ہوا تھا۔

لیکن یہ جواب یا مسئلہ کا حل بہت کمزور بلکہ ساکت اعتبار ہے اس لئے کہ یہودی کا یہ واقعہ یا حضرت یونس کی فضیلت سے متعلق روایات کا سلسلہ اس زمانے سے تعلق رکھتا ہے جو مدنی زندگی کے آخری سال کہلاتے ہیں اور ان سے قبل انبیاء کے مابین فضائل کے بہت سے واقعات خود ذات اقدس سے منقول ہو چکے ہیں۔

دوسرا حل یہ پیش کیا گیا کہ اگرچہ ان روایات میں بعض طریقہ ہائے سند میں فضیلت انبیاء سے متعلق عام الفاظ منقول ہیں یعنی لا تفضلو بین الانبیاء مگر واقفیت اس ارشاد گرامی کا مقصد صرف ذات اقدس ہے جیسا کہ یہودی واقعہ اور حضرت یونس سے متعلق روایات سے ظاہر ہوتا ہے اور اگر آپؐ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو تمام اولاد آدم پر فضیلت عطا فرمائی ہے تاہم آپؐ نے تواضع اور انکساری کے طور پر یہ ارشاد فرمایا ہے۔

مگر یہ جواب بھی قوی نہیں ہے اس لئے کہ آپؐ نے جب مذکورہ بالا جملہ میں مسئلہ کو عام ذکر فرمایا ہے تو بے دلیل اس کو فقط ذات اقدس کے ساتھ مخصوص کر دینے کے کوئی معنی نہیں۔

تیسرا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جن روایات میں انبیاء کے باہم ایک دوسرے پر فضیلت کا انکار کیا گیا ہے اس سے نفس نبوت کی فضیلت مراد ہے۔ خصائص اور صفات کے لحاظ سے افضل اور مفضول ہونے کا انکار نہیں جیسا کہ سورہ بقرہ ہی میں مومن کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ ہم کسی بھی نبی اور رسول کے درمیان کوئی فرق نہیں سمجھتے اور یہ نہیں کرتے کہ خدا کے سچے نبی میں سے ایک کو تسلیم دوسرے کو انکار کریں۔

یہ جواب اس وقت دلچسپ ہوسکتا ہے جبکہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ایسے واقعے سے متعلق ہو جس میں کسی سچے پیغمبر کے نبی کے ماننے یا نہ ماننے پر قضیہ پیش آتا ہو لیکن یہودی کے واقعے میں تو نفیس نبوت کی بحث نہیں تھی بلکہ حضورؐ اور حضرت موسیٰؑ کے افضل اور مفضول ہونے کی بحث تھی۔

لہٰذا اس مسئلے کا بہترین حل یہ ہے کہ بلاشبہ انبیاء اور رسل کے درمیان درجات فضائل موجود ہیں۔ پھر مذکورہ بالا روایات میں آپؐ سے جو انبیاء کے درمیان فضیلت دینے کی ممانعت مذکور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نبی کو کسی دوسرے نبی پر اس طرح کی فضیلت دینا سخت ممنوع ہے کہ جس سے مفضول نبی کی تنقیص لازم آتی ہو یعنی یہ نہیں ہونا چاہئے کہ کسی پیغمبر کی محبت کے جوش میں دوسرے انبیاء کا مقابلہ کرتے ہوئے ایسی مدحت اور منقبت کرے کہ جس سے دوسرے پیغمبر کی شان میں نقص کا پہلو نکلتا ہو۔

نیز ایسے موقع پر فضیلت کی بحث کی ممانعت کی گئی ہے جب یہ مسئلہ مجادلہ اور مناظرہ کی شکل اختیار کرے کیونکہ ایسی صورت میں احتیاط کے باوجود انسان بے قابو ہو کر دوسرے پیغمبر کے متعلق ایسی باتیں کہہ جائے گا جو ان کی توہین یا تنقیص کا باعث ہوتی ہوں یا اور نتیجہ میں ایمان کی جگہ کفر لازم آتی ہو۔ چنانچہ اس واقعہ میں آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا وہ اسی قسم کے مجادلہ کا موقع تھا باقی انبیاء کے درمیان اللہ تعالیٰ نے بعض خصائص کے اعتبار سے جو فرق مراتب قائم کیا ہے اور جس کے متعلق خود فرمایا ہے کہ یہ پیغمبر ہیں اور ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی تو یہ امر محبوب ہے نوکہ ممنوع۔

اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر اس مسئلے سے متعلق حافظ ابن البحر نے جو بحث نقل کی ہے وہ قابل غور ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انبیاء کے درمیان فضیلت دینے کی ممانعت فرمائی ہے تو علما اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایسی فضیلت ممنوع ہے جو اپنی رائے سے اختراع کی جائے۔ وہ فضیلت منع نہیں ہے دلیل شرعی پر قائم ہو یا وہ منع ہے جو اس طرح ادا کی جائے کہ جس نبی پر فضیلت دی جارہی ہو اس کی شان میں نقص پیدا کرتی ہو یا خصومت اور جھگڑے کا باعث بنتی ہو یا ایسی فضیلت دینے کی ممانعت ہے جو ایک نبی کے اندر اس طرح تمام فضائل کو جمع کرتی ہو کہ اس سے یہ لازم آجائے کہ دوسرے نبی کو کوئی فضیلت حاصل ہی نہیں ہے۔

مگر ایسی فضیلت کی ممانعت مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ امام کو موذن پر فضیلت ہے تو اس سے موذن کی شان کا نقص لازم نہیں آتا جائز ہے۔ ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ اس ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ نفس نبوت میں ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو جیسا کہ قرآن مقدس نے فرمایا کہ رسولوں میں سے ایک دوسرے میں فرق نہ کرو لیکن بعض ذات گرامی کو بعض پر ان کی ذاتی خصوصیات پر فضیلت دینا ممنوع نہیں ہے۔

اور پھر ایک اور محقق جن کا نام حلیمی ہے کہتے ہیں جو احادیث انبیاء کے درمیان فضیلت دینے کی ممانعت کرتی ہے وہ ایسے مواقع کے متعلق ہے جبکہ اہل کتاب سے انبیاء کے متعلق مجادلہ اور جھگڑا ہو رہا ہو یا مسلمان اور عیسائی مثلاً اپنے نبی کو دوسرے پر ترجیح دے رہے ہوں کیونکہ ایسی صورت میں جب دو مذہبوں کے درمیان بحث آ جاتی ہو تو یہ مشکل ہو جاتا ہے کہ ایسی بات زبان سے نہ نکلے جو دوسرے مذہب کے نبی کی شان میں توہین کا باعث ہو اور کفر کا سبب بنے اس لئے کہ مسلمانوں کے ئے تو واجب ہے کہ مذاہب کے تمام سچے انبیاء کو اپنا نبی سمجھیں لیکن اگر مقصد یہ ہو کہ انبیاء کے باہم فضائل کی بحث سے ایک دوسرے کی حقیقی ترجیح کو ثابت کرنا ہو تو یہ منع نہیں ہے۔

☆☆☆

☆ اور جنہوں نے برے کام کیئے تو برائی کا بدلہ ویسا ہی ہوگا اور ان کے مونہوں پر ذلت چھا جائے گی۔ اور کوئی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہ ہوگا ان کے مونہوں کی سیاہی کا یہ عالم ہوگا کہ ان پر گویا اندھیری رات کے ٹکڑے اڑھا دیئے گئے ہیں۔ یہی دوزخی ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ (سورۃ یونس 10 آیت 27)

حضرت یونس کے واقعہ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو حسب ذیل حقائق واضح طور پر سامنے آتے ہیں۔

اول قوموں کی رشد و ہدایت کے متعلق یہ سنت اللہ ہے کہ جب وہ نبی کی دعوت منہ موڑ کر انکار اور نفی پر اصرار کرنے لگتی اور ظلم پیشی اور ظلم شعاری کو اسوہ بنا لیتی ہیں اور نبی مایوس ہو کر ان کو عذاب کی اطلاع دیتا ہے تو امت کے لئے صرف دو راہیں باقی رہ جاتی ہیں یا عذاب آنے سے قبل ایمان لے آئے اور عذاب سے محفوظ ہو جائے یا عذاب الٰہی کا شکار ہو جائے اور یہ ناممکن ہے کہ نبی کی اطلاع عذاب کے بعد وہ عذاب سے قبل ایمان بھی نہ لائیں اور عذاب سے محفوظ ہو جائیں قوم نوح، قوم صالح، لوط، عاد اور ثمود وغیرہ ان سب امت و اقوام سابقہ کا عظیم الشان

تمدن بلند اور اعلیٰ تہذیب قہرمانہ طاقت قوت اور پھر عذاب الٰہی سے یک بیک فنا ہو کر بے نام ونشان ہو جانے کی تاریخ اس حقیقت کو آشکارہ کرتی ہے۔

دوئم گزشتہ اقوام میں سے قوم یونس کی ایک مثال ایسی ہے کہ جس نے عذاب آنے سے قبل ایمان کو قبول کرلیا اور خدا کی سچی مطیع اور فرمابردار ہو کر عذاب الٰہی سے محفوظ ہوگئی کاش کہ بعد میں آنے والی نسلیں اور قومیں بھی قوم یونس کے قدم پر چل کر اس طرح عذاب الٰہی سے محفوظ رہ سکتیں مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

سوئم انبیاء کرام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ عوام اور خواص دونوں سے جدا رہتا ہے اور رہنا بھی چاہئے اس لئے کہ وہ براہ راست خدا کے ساتھ مشرف مخاطبت ومکالمت رکھتے ہیں لہٰذا احکام الٰہی کی وہ ذمہ داری جو ان سے وابستہ ہوتی ہے وہ دوسروں کے ساتھ نہیں ہوتی بس ان کا فرض ہے کہ جو کام بھی سرانجام دیں وحی الٰہی کی روشنی میں ہونا چاہئے۔ خصوصاً تبلیغ دین اور پیغام حق سے متعلق تمام معاملات میں وحی الٰہی کے علم الیقین ہی پر ان کا معاملہ رہے یہی وجہ ہے کہ جب وہ کسی کام میں عجلت کر گزرتے ہیں یا بغیر انتظار وحی کے کسی قول اور عمل پر اقدام کر جاتے ہیں تو وہ خواہ وہ بات کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو ان سے اللہ تعالیٰ بہت سخت مواخذہ کرتا ہے اور ان کی اس صورت حال کے لئے ایسی سخت تعبیر روا رکھتا ہے کہ سننے والا یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ حقیقتاً انہوں نے کوئی عظیم جرم کیا ہے مگر ساتھ ہی

اس کی اعانت بھی ان کے شامل حال رہتی ہے اور وہ فوراً متنبہ ہو کر اعتراف ندامت کے ساتھ عفو وتقصیر کے لئے دست بردار ہو جاتے ہیں اور انابت وتوبہ کو وسیلہ کار بنا لیتے ہیں جو بہت جلد خدا کے ہاں مقبول ہو جاتی ہے اور ان کی عزت واحترام کے زیادہ ہونے کا باعث بن جاتی ہے۔

قرآن مجید کے اس روح بیان میں یہ حقیقت بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے جو اس حقیقت سے ناآشنا ہوتا۔ اس کے لئے اس قسم کے مواقع سخت خلجان کا موجب بنتے ہیں کیونکہ ایک طرف وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک ہستی کو نبی اور رسول کہہ کر اس کی مدحت کر رہا ہے اور دوسری جانب یہ نظر آتا ہے کہ گویا وہ بہت ہی بڑے جرم کا مرتکب ہے تو وہ حیران اور مضطرب ہو کر کج روی میں پڑ جاتا ہے یا وسوسات کے تاریک میدان میں گھر جاتا ہے اس لئے از بس ضروری ہے کہ انبیاء کے وقائع واخبار میں ہمیشہ اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے تاکہ صراط مستقیم سے پاؤں نہ ڈگمگائیں۔

چہارم اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ خدا کے سچے نبی اسلام کے اپنے نبی ہیں۔ خواہ وہ کسی دین سے تعلق رکھتے ہوں اور ان پر اسی طرح ایمان لانا ضروری ہے۔ جس طرح حضورؐ پر ایمان لانا لہٰذا اس کا یقین رکھتے ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور رسل کے سردار اور افضل البشر ہیں کسی نبی کے مقابلے میں آپ کو ایسی مدحت اور منقبت سخت ممنوع ہے جس سے کسی نبی کی تنقیص ہوتی ہو جیسا کہ عام طور پر میلاد کی مروجہ مجالس میں اس

اہم حقیقت سے نا آشنا میلا دخانوں کے اشعار میں یہ ممنوع طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

حضرت یونس اوران کے بعد نینوا کے آشوریوں کی تہذیب اور ترقی اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی۔ آشوری تہذیب سے بابلیوں اور شامیوں نے بے شمار عناصر لئے مادی بھی، مذہبی بھی اور لسانی بھی یہ عناصر انجام کار یونانیوں کے ذریعے مغربی یورپ تک پہنچا دیئے گئے ہل جو زراعت کے لئے ایک بہترین اوزار خیال کیا جاتا ہے۔ وہ ان آشوریوں کی ایجاد تھی اوران کی یہ ایجاد پورے مشرق قریب میں پھیل گئی۔ ہل چلانے سے بنجر زمین کی پیداوار بڑھ گئی اور کھیتی باڑی میں جانوروں سے کام لیا جانے لگا۔ گاڑی بھی ان لوگوں نے ایجاد کی تھی یہ یجاد بطور تحفہ مشرق قریب کو دے دی تھی اسی وجہ سے سفر کے لئے باقاعدہ ایک نظام تیار کیا گیا تھا۔

حضرت یونس کی اسی قوم آشور نے وقت کو برسوں میں برسوں کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا۔ ہفتے کے سات دن مقرر کئے اور یہ تقسیم ہمارے عہد تک چلی آرہی ہے۔ ہفتے کے پہلے دن کا نام انہوں نے یوم شمس رکھا تھا اس لئے کہ ہر دن سورج کی پوجا کے لئے مخصوص تھا۔ دوسرے دن کا نام یوم قمر مقرر ہوا اس لئے کہ اس روز چاند کی پوجا ہوتی تھی۔ ہفتے کا آخری دن یعنی ہفتہ یا شنبہ یا ستارہ زحل سے منسوب تھا وقت کی تقسیم کے ساتھ ان لوگوں نے سایہ ناپنے کے طریقے اور شمسی گھڑیاں یونانیوں تک پہنچائیں تاکہ وہ وقت کا حساب لگاسکیں اور ایک ایسا فارمولا تجویز کردیا

جس سے گہنا کے متعلق پیش گوئی کی جاسکے۔ موجودہ دور کے منطقہ بروج کی بارہ علامتیں تقریباً یہی ہیں جو آشوریوں کی تھیں آج کل جو پیمانے اور وزن رائج ہیں ان میں سے بیشتر آشوریوں ہی سے بابل اور شام کی سرزمینوں میں پہنچے تھے۔

آشوری یعنی حضرت یونس کی قوم زراعت پیشہ تھی چونکہ نینوا اوراس کے آس پاس کی مملکت میں قابل کاشت زمین بہت کم تھی اور جو تھی وہ سرزمین بابل کی طرح زرخیز اور شاداب نہ تھی اس لئے انہوں نے لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنایا اس طرح وہ آس پاس کی اقوام کو اپنی جنگجوئی سے مرعوب اور زیر کرتے چلے گئے۔ آشوریوں نے اپنی سلطنت کو اپنی طاقت اور قوت سے بہت وسعت دی یہ بڑے جنگجو عرب تھے اور جب کسی کو اپنا ہدف بناتے تو زیر کئے بغیر نہ چھوڑتے تھے مغرب اور جنوب مغرب کی جانب حتی قوم کو مغلوب کیا۔ حالانکہ حتی اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے اس لئے کہ انہوں نے سب سے پہلے لوہے کا استعمال شروع کیا تھا پر آشوری ان پر بھی غالب آئے پھر فلسطین کو آشوریوں نے مطیع کرتے ہوئے مصر تک یلغار کی یہاں تک کہ مصر کی وسیع وعریض مملکت بھی انہی آشوریوں کی تابع اور زیر رہی۔ مشرق اور جنوب مشرق کی طرف ایران میں کوہستان دماونگ تک کا سارا علاقہ ایرانیوں سے آشوریوں نے چھین لیا تھا اور ایران کے ہمسائے میں عیلانی عربوں کی ایک انتہائی طاقتور اور وسیع تھی آشوریوں نے اس پر بھی حملہ آور ہو کر اسے ایسا تباہ و

برباد کیا کہ وہ سلطنت صدیوں تک بحال نہ ہو سکی قوم یونس کو تین عہد میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اس قوم کا پہلا عہد 1500 قبل مسیح سے 900 قبل مسیح تک قائم رہا اس عہد کا نامور بادشاہ تگلت پلاسر تھا اس نے بابل اور آس پاس کے علاقوں کو فتح کیا اس کے عہد میں عرب کے صحراؤں سے آرامی نام کی قوم نے آشوریوں پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچایا تھا۔

حضرت یونس کی قوم کا دوسرا دور عہد متوسط کہلاتا ہے۔ یہ عہد 900 سے 745 قبل مسیح تک قائم رہا اس عہد میں آشوری سنبھلے اور آشور سے آرامیوں کو نکال کر اپنی حکومت قائم اس عہد کا مشہور بادشاہ نصرپال دوئم تھا جس نے 884 سے 860 سال قبل مسیح تک حکومت کی اس نے اپنی فتوحات سے آشوریوں کو قدیمی حدوں تک پہنچا دیا زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ آرمینیا سے ایک قوم اٹھی اور آشوریوں پر حملہ آور ہوئی اور آشوریوں سے کچھ علاقے انہوں نے چھین لئے۔

آشوریوں کا تیسرا دوسرا دور آشور جدید کہلاتا ہے۔ آشور جدید کا عہد حکومت 607 قبل مسیح تک قائم رہا اس عہد میں پانچ بادشاہ ہوئے جن میں سناخریب، آشور بنی پال، خاص طور پر مشہور ہوئے، آشور بنی پال کے زمانے میں آشوری قوت اپنے پورے عروج پر تھی لیکن اس کے جانشین آشوریوں کی طاقت اور قوت کو برقرار نہ رکھ سکے اور تنزل کا شکار ہونا شروع ہو گئے۔

کہتے ہیں آشوریوں کی زبان بابلی اور رسم خط میخی تھا۔ سلطنت آشور کے بادشاہوں کے بہت سے کتبے اور دیگر آثار کھدائی سے دستیاب ہوئے ہیں آشوریوں کو تاریخ نویسی سے بہت شغف تھا یہ لوگ مٹی کی تختیاں یا لوحیں بناتے ان پر خط میخی میں حالات و واقعات ضبط تحریر میں لاتے۔ آخر میں ان لوحوں کو بھٹی میں پکا لیتے اس طرح انہوں نے نہ صرف کتابیں بلکہ کتب خانے مرتب کئے۔

یہ لوحیں نینوا کی تباہی میں مٹی کے نیچے دب گئیں تھیں جو کھدائی سے نکال لی گئیں۔ یہ قدیم زمانوں کی تاریخ کا بہت بڑا ماخذ ہیں اس قسم کی کئی ہزار لوحیں پیرس کے عجائب گھر میں موجود ہیں۔ مشہور ترین کتب خانہ آشوری بادشاہ آشور بنی پال کا ہے جو کھدائی کے دوران دستیاب ہوا ہے۔

آشوریوں نے مختلف صنائع اور فنون لطیفہ کی بہت سرپرستی کی ان کی سلطنت میں صنعت مجاری، معماری کتبہ نگاری اور نقاشی وغیرہ نے بہت ترقی کی نقاشی میں جو مناظر پیش کئے گئے ہیں وہ نا صرف دلکش ہیں بلکہ حیرت انگیز بھی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک جگہ بادشاہ کی شکارگاہ کا منظر نظر آتا ہے اس میں گھوڑوں اور ہرنوں کی حرکات اور سکنات اس قدر قدرتی ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں اس زمانے میں زرگری اور خاتم کاری کا فن بھی اپنے عروج پر تھا۔

آشوریوں کا بادشاہ آشور بنی پال جو سن 600 قبل مسیح میں فوت ہوا

تو اس کے جانشین میں کوئی بھی ایسا بادشاہ نہ تھا جو عظیم سلطنت کی شہرت کو برقرار رکھ سکتا آشور بنی پال نے اپنی عظمت کی جو یادگاریں چھوڑیں ان میں بعض کو علماء تحقیق نے محفوظ کرلیا ہے ان میں وہ کتب خانے بھی ہیں جو اس کے حکم سے جمع کیے گئے تھے ان کتب خانوں میں علم ہیئت سائنس اور قانون کی کتابیں اور بابل کی مٹی کی لوحیں شامل ہیں۔ علم و ادب کا یہ بیش بہا قدیم سرمایہ اب بھی برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

آشور بنی پال کی وفات پر بدبختی نے آشوریوں کا تاج ایک شخص سارا اس کے سر پر رکھ دیا۔ بس اسی بادشاہ کے دور سے آشوری حکومت کی بنیادیں متزلزل ہونا شروع ہوگئیں یہاں تک کہ بابل کے بادشاہ نیبو پولاسار نے جو اس سے پہلے آشوریوں ہی کا ماتحت تھا جو عرب تھا جسے خود آشور بنی پال ہی نے بابل کا گورنر بنا دیا تھا علم بغاوت بلند کیا اور بابل میں آزاد حکومت قائم کرلی جو تاریخ کے اوراق میں کلدانی حکومت نام سے مشہور ہوئی۔

دوسری طرف کیونکہ ماضی میں آشور قوم اپنے ہمسایوں پر حملہ آور ہو کر ان کے وسیع علاقوں پر قابض ہو چکی تھی ایران کے بھی وسیع علاقے ان کی مملکت میں شامل ہوگئے تھے لہٰذا جب آشوری قوم میں ضعف کے آثار پیدا ہونے شروع ہوئے تو ایرانیوں نے آشوریوں کے علاقوں پر قبضہ کرنے کی ٹھان لی۔ دوسری طرف بابل کا بادشاہ نیبو پولاسار بھی اپنے آپ کو آشوری سلطنت کا وارث خیال کرتا تھا اس لئے کہ آشوری عرب

تھے بابل کا حکمران نیبو بھی عرب تھا اور پھر نیبو کو کیونکہ آشوریوں نے ہی بابل کا گورنر بنایا تھا اور اس نے ایک طرح سے خود مختاری حاصل کر کے بادشاہت قائم کرلی تھی لہٰذا وہ آشوریوں کا اپنے آپ کو جائز وارث خیال کرتا تھا۔

اب دو قوتیں آشوریوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگی تھیں ایک ایرانیوں کا بادشاہ کیا کسارا اور دوسرا بابل کا بادشاہ نیبو ان دنوں تین قوتیں بڑی اہم تھیں جو طاقت اور قوت کے لحاظ سے عروج پر تھیں ایک ایرانی جسے قوم ماد کے نام سے بھی پکارا گیا تھا۔ دوسری بابل کی سلطنت اور تیسری مصر، ایران یعنی قوم ماد کا بادشاہ کیا کسارا یہ جرأت بھی نہیں کرسکتا تھا کہ بابل کو نظر انداز کر کے ایک دم نینوا پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کرے اس لئے وہ جانتا تھا کہ بابل کی بڑی طاقت اور قوت تھی اور بابل والوں نے اس سے پہلے مصر کے خلاف کئی معرکے سر کیے تھے حالانکہ مصری بھی بڑی عسکری طاقت اور قوت تھی۔

بہرحال کیا کسارا نے بابل کے حکمران نیبو کے ساتھ مل کر نینوا کی طرف پیش قدمی شروع کی شہر کا محاصرہ کرلیا گیا۔ آشوریوں کے بادشاہ سارا کس نے اپنے دارالسلطنت کو دشمن کے نرغے میں دیکھا تو ذلت کی زندگی سے یہی بہتر سمجھا کہ آگ کا آلاؤ جلا کر کنبے سمیت اس میں کود پڑے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا ایک بہت بڑا الاؤ اس نے بھڑکایا اور اپنے اہل خانہ سمیت اس میں کود پڑا، اور اپنے آپ کا خاتمہ کرلیا۔ یوں

606 قبل مسیح میں آشوری خاندان کی راکھ اڑی تو اس طرح اڑی کہ اس کا تابناک نام صفحہ ہستی سے ختم ہو گیا اس کی عظمت محض زیب داستان کے لئے باقی رہ گئی آشوری حکومت کے خاتمے پر بابل کے بادشاہ، نیبو کو نینوا کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا اس طرح بابل کے بادشاہ نیبو اور ایران یعنی قوم ماد کے بادشاہ دونوں نے آپس میں صلح کا معاہدہ کر لیا جس کی رو سے ایشیائے کوچک تک کے تمام علاقے پر ایران کے بادشاہ کیا کسارا کی حکومت تسلیم کر لی گئی۔ اتحاد کا ایک یہ بھی ان دونوں قوتوں نے پیوند لگایا کہ کیا کسارا نے اپنی شہزادی ایتا کی شادی بابل کے بادشاہ کے بیٹے بخت نصر سے کر دی۔ یاد رہے کہ یہ وہی بخت نصر ہے جس نے بابل میں مشہور زمانہ معلق باغات بنوائے تھے اس طرح حضرت یونس علیہ السلام کی قوم جسے تاریخ میں قوم آشور یا آشوری کہہ کر بھی یاد کیا جاتا ہے اس کا خاتمہ ہو گیا اور ان کا مرکزی شہر نینوا بھی تاریخ کے اوراق سے محروم ہو کر صرف یادوں کی حد تک باقی رہ گیا۔

☆☆☆

قرآن کی روشن باتیں

☆انہوں نے (فرعون کے سرداروں نے) جواب میں کہا "کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہمیں اس راہ سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے آباؤاجداد کو پایا ہے اور زمین میں تم دونوں (موسیٰ وہارون) ہی کی سرداری ہو جائے اور ہم تمہاری بات ماننے والے نہیں ہیں۔ (سورۃ یونس 10 آیت 78)

☆ہر امت کے لئے مہلت کی ایک مدت ہے جب یہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو گھڑی بھر کی تقدیم وتاخیر بھی نہیں ہوتی۔ (سورۃ یونس 10 آیت 49)

☆اور اگر تمہارا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں۔ (سورۃ یونس 10 آیت 99)

☆تو وہ بولے کہ ہم اللہ ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کے ہاتھ سے آزمائش میں نہ ڈال۔ (سورۃ یونس 10 آیت 85)

☆اور سب لوگ پہلے ایک ہی امت یعنی ایک ہی ملت پر تھے پھر جدا جدا

ہو گئے۔ اور اگر ایک بات جو تمہارے رب کی طرف سے پہلے ہو چکی ہے، نہ ہوتی تو جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں انہیں فیصلہ کر دیا جاتا۔

(سورۃ یونس 10 آیت 19)

☆ اور اگر اللہ لوگوں کی برائی میں جلدی کرتا جس طرح وہ طلب خیر میں جلدی کرتے ہیں وان کی عمر کی معیاد پوری ہو چکی ہوتی۔ سو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں، انہیں ہم چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

(سورۃ یونس 10 آیت 11)

☆ اور کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی؟ کہہ دو کہ غیب کا علم تو اللہ ہی کو ہے سو تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ (سورۃ یونس 10 آیت 19 سے 20)

☆ اور ہر ایک امت کی طرف پیغمبر بھیجا گیا جب ان کا پیغمبر آتا ہے تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جاتا۔

(سورۃ یونس 10 آیت 47)

☆ دنیا کی زندگی کی مثال مینہ کی سی ہے کہ ہم نے اس کو آسمان سے برسایا۔ پھر اس کے ساتھ سبزہ جسے آدمی اور جانور کھاتے ہیں مل کر نکلا یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوشنما اور آراستہ ہو گئی۔ اور زمین والوں نے خیال کیا کہ وہ اس پر پوری دسترس رکھتے ہیں ناگہاں رات کو یا دن کو ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے اس کو کاٹ کر (ایسا کر) ڈالا کہ گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ جو لوگ غور کرنے والے ہیں، ان کے لئے ہم نشانیاں اسی طرح کھول کھول کر

بیان کرتے ہیں۔ (سورۃ یونس 10 آیت 24)

☆ اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹا اور بیٹھا اور کھڑا ہر حال میں ہمیں پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اس تکلیف کو اس سے دور کر دیتے ہیں تو بے لحاظ ہو جاتا اور اس طرح گزر جاتا ہے کہ گویا کسی تکلیف پہنچنے پر ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا۔ اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کو ان کے اعمال آراستہ کر کے دکھائے گئے ہیں۔ (سورۃ یونس 10 آیت 12)

☆ اور ان میں سے اکثر صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ ظن حق کے مقابلے میں کچھ بھی کارآمد نہیں ہو سکتا۔ بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے واقف ہے۔ (سورۃ یونس 10 آیت 36)

☆ (یعنی) وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی اللہ کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ (سورۃ یونس 10 آیت 63 سے 64)

☆ وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور کاموں کا حساب معلوم کرو یہ سب کچھ اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا سمجھنے والوں کے لئے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ (سورۃ یونس 10 آیت 5)

☆ تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرے اور اس کی آیتوں کو جھٹلائے؟ بے شک گنہگار فلاح نہیں پائیں گے۔

(سورۃ یونس 10 آیت 17)

☆ وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کا شمار اور کاموں کا حساب معلوم کرو۔ یہ سب کچھ اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے سمجھنے والوں کے لئے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔(سورۃ یونس 10 آیت 5)

☆ آخر کار مچھلی نے یونسؑ کو نگل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا۔ اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو روز قیامت تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا۔

(سورۃ صافات 37 آیت 142)

☆ اللہ وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کا شمار اور کاموں کا حساب معلوم کرو۔ یہ سب کچھ اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے۔ سمجھنے والوں کے لئے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔

(سورۃ یونس 10 آیت 5)

☆ لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفاء اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے۔

(سورۃ یونس 10 آیت 57)

☆ تمہارا رب تو اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر قائم ہوا وہی ہر ایک کام کا انتظام کرتا ہے کوئی اس کے پاس اس کا اذن حاصل کئے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکتا یہی اللہ تمہارا رب ہے تو اسی کی عبادت کرو بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے۔(سورۃ یونس 10 آیت 3)

☆ اور کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی

کیوں نازل نہیں ہوئی کہہ دو کہ غیب کا علم تو اللہ ہی کو ہے تو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔(سورۃ یونس 10 آیت 20)

☆ جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور دنیا کی زندگی سے خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں ان کا ٹھکانہ ان اعمال کے سبب جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے۔(سورۃ یونس 10 آیت 7 سے 8)

☆ اور بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔

(سورۃ یونس 10 آیت 93)

☆ اللہ شریروں کے کام سنوارا نہیں کرتا۔(سورۃ یونس 10 آیت 81)

☆ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر جلوہ گر ہوا اور کائنات کا انتظام چلا رہا ہے۔(سورۃ یونس 10 آیت 3)

☆ اللہ تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔(سورۃ یونس 10 آیت 44)

☆ کہہ دو کہ لوگو تمہارے رب کے ہاں سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی سے اپنی ہی نقصان کرتا ہے۔ اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں۔(سورۃ یونس 10 آیت 108)

☆ اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اسکے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ

اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔(سورۃ یونس 10 آیت 107)

☆ اور جب ہم لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد اپنی رحمت سے آسائش کا مزا چکھاتے ہیں تو وہ ہماری آیتوں میں حیلے کرنے لگتے ہیں کہہ دو کہ اللہ بہت جلد حیلہ کرنے والا ہے اور جو حیلے تم کرتے ہو، ہمارے فرشتے ان کو لکھتے جاتے ہیں۔(سورۃ یونس 10 آیت 21)

☆ اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے اگرچہ کچھ بھی سنتے سمجھتے نہ ہوں اور بعض ایسے ہیں کہ تمہاری طرف دیکھتے ہیں تو کیا تم اندھوں کو راستہ دکھاؤ گے اگرچہ کچھ بھی دیکھتے بھالتے نہ ہوں۔(سورۃ یونس 10 آیت 42 سے 43)

☆ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھاتا۔(سورۃ یونس 10 آیت 25)

☆ کہہ دو کہ لوگو تمہارے رب کے ہاں سے تمہارے پاس حق آچکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں۔(سورۃ یونس 10 آیت 108)

☆☆☆

عشرہ مبشرہ کے برگزیدہ صحابہ کرامؓ

خلیفہ چہارم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

☆ حضرت علی حضور ﷺ کے حقیقی چچازاد بھائی۔

☆ حضرت علیؓ کو حضور ﷺ کی سب سے لاڈلی بیٹی کے شوہر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

☆ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے والد محترم اور حضور ﷺ کے داماد حضرت علیؓ نے ہی خیبر کو فتح کیا تھا۔

☆ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت میں انتہائی سخت ترین حالات سے نبرد آزما رہے۔ ان حالات میں بھی آپؓ نے حق کی رسی کو اپنے ہاتھوں سے چھوٹنے نہ دیا۔

☆ ایسے بندے، ایسے چہرے، ایسے لوگ سورج کی آنکھ نے صرف ایک بار دیکھے۔ رسول ﷺ کے نمونے کی پیروی کرتے کرتے وہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے مثالی نمونہ بن گئے۔ ان کی سربلندی، ان کی عاجزی میں تھی۔ ظالموں کے سامنے، جابروں کے سامنے، کافروں کے سامنے ان کے قدم کبھی نہ ڈگمگائے۔

☆ وہ علیؓ جنہیں زبان نبوتؐ نے جنتی نوجوانوں کا سردار بتایا۔

وہ تھے بشر ذوق شہادت میں، جو خدا کے نام پر نکلے محمدؐ کی قیادت میں

حضرت علیؓ کے واقعات اور شخصیت کو اسلم راہی نے بڑے خوبصورت انداز میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے جسے ہر طالب علم کو ضرور پڑھنا چاہیے۔

● چھپ کر تیار ہے، آج ہی طلب فرمائیں ● صفحات 96

قیمت -/20 روپے

شمع بک ایجنسی
نوید اسکوائر اردو بازار
کراچی

Ph: 2773302

حضرت یوسف علیہ السلام



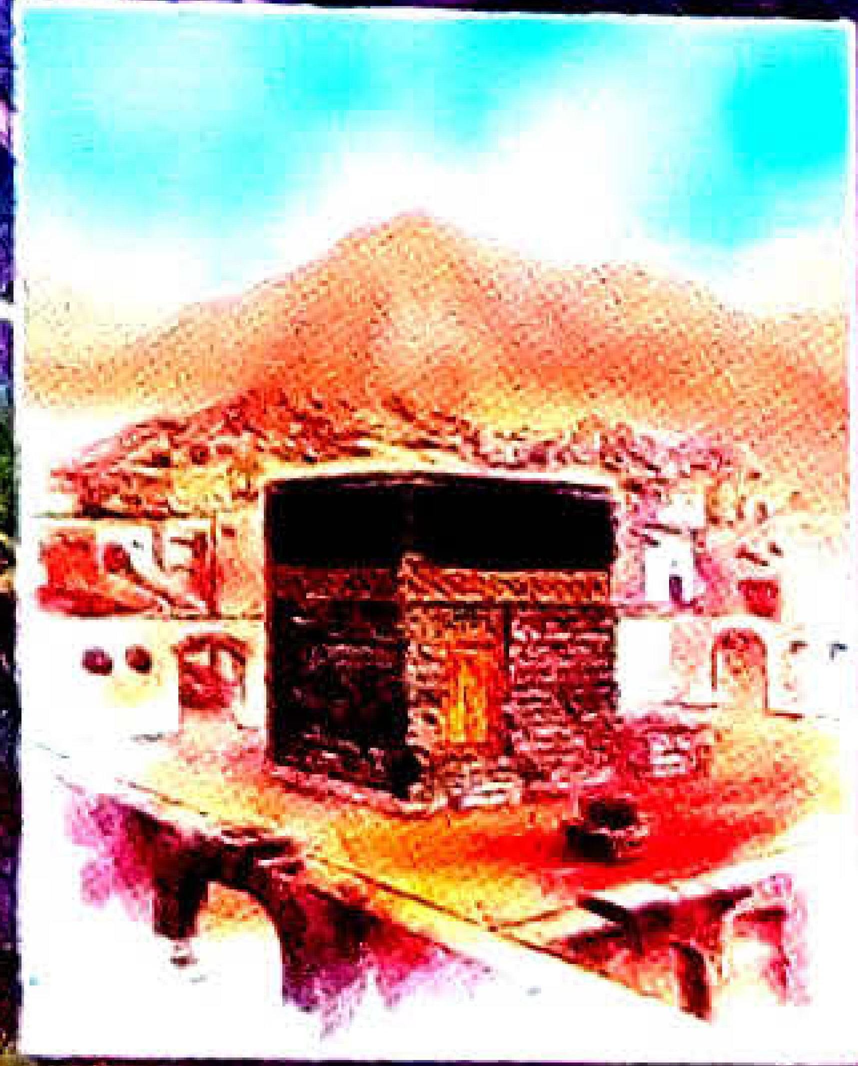
حضرت ایوب علیہ السلام



حضرت داؤد علیہ السلام



حضرت ابراہیم علیہ السلام



شمع بک ایجنسی نیو اردو بازار کراچی

Ph:
32773302